جلد 1 شمارہ 9 نومبر 1999ء رجب المرجب 1420ھ

ماہنامہ

عالمگیر محبت'
احترام آدمیت
اور اصلاح و
فلاح انسانیت
کا علمبردار

گوجرانوالہ

آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اغراض و مقاصد

- کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق خالص توحید' اتباع رسول ﷺ' کثرت ذکر' مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اسکی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا۔
- حضور ﷺ کے اصحابہ کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت ہی مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ و نفرت' حسد و بغض' تجسس وغیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ' تسلیم و رضا' عالمگیر محبت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا۔
- فرقہ واریت' مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا' تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات' اہل و اعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا' اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے انکے اخلاق کی اصلاح کرنا۔

عالمگیر محبت' اکرام انسانیت اور فلاح آدمیت کا علمبردار

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ماہنامہ

آدمیت

فلاح

گوجرانوالہ

جلد 1 شمارہ 9 نومبر 1999ء رجب المرجب 1420ھ

نگران و سرپرست

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

قیمت ---------- -/15 روپے سالانہ فنڈ ---------- -/150 روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی کاشانہ توحیدیہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ Ph:0431-268424:

ایڈیٹر سے رابطہ کیلئے: عبدالقیوم ہاشمی تھانہ روڈ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ Ph:0431-260734:

پبلشر عامر رشید انصاری نے المعراج پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

Fax: No. +92-431-255519

E-mail: asbm@guj.pol.com.pk

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ماہنامہ گوجرانوالہ

آدمیت فلاح

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

نگران و سرپرست

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

جلد 1 شمارہ 9 نومبر 1999ء رجب المرجب 1420ھ

ایڈیٹر عبدالقیوم ہاشمی

شعبہ سرکولیشن وحید احمد

قیمت ———— -/15 روپے سالانہ فنڈ ———— -/150 روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی کاشانہ توحیدیہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ Ph:0431-268424:

ایڈیٹر سے رابطہ کیلئے: عبدالقیوم ہاشمی تھانہ روڈ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ Ph:0431-260734:

پبلشر عامر رشید انصاری نے المعراج پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

Fax: No. +92-431-255519

E-mail: asbm@guj.pol.com.pk

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

اداریہ

محترم قارئین! جس طرح انسانی زندگی کی بقاء اور ترقی و تندرستی کے لئے سانس کی آمدوشد ضروری ہے بالکل اسی طرح انسان کی روحانی زندگی کی بقا اور ترقی کے لئے اللہ کی یاد اور ذکر لازمی ہے۔ یہ بات تو انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ وہ اپنی ذات کی حقیقت 'کائنات کی حقیقت اور اللہ کی معرفت کے متعلق ہر وقت متجسس رہتا ہے۔ وہ بجا طور پہ جاننا چاہتا ہے کہ وہ دنیا میں کیوں آیا ہے؟ اس کو کس نے یہاں بھیجا ہے؟ اور س دنیاوی زندگی کے بعد اسے کہاں جانا ہے؟ اگر اللہ کی بجائے نفس انسانی ناجائز مادی خواہشات ہی کو اپنا مقصود ٹھرالے تو پھر ایسا شخص خدا اور کائنات کی حقیقت کے ساتھ ساتھ اپنی ذات کی حقیقت بھی بھول جاتا ہے نسوا الله فانسھم انفسھم انہوں نے اللہ کو بھلا دیا اللہ نے خود اپنے سے انکو بے خبر کر دیا) ایسے لوگ اس دنیاوی زندگی کی قدر کھو دیتے ہیں۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کے برعکس ساری زندگی حقیر خواہشوں کے پیچھے پڑ کر حیوانوں سے بھی گھٹیا زندگی گذارتے ہیں۔ اس طرح انکے قلوب سے اللہ کی عظمت اور تکریم بھی نکل جاتی ہے وما قدروا الله حق قدرہ "اور نہیں سمجھے قدر اللہ کی جتنی کہ سمجھنی چاہیئے تھی)

اس کے برعکس جو آدمی اللہ کو ہر وقت یاد رکھتا ہے وہ اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کی قدر و قیمت اچھی طرح سمجھتا ہے وہ جانتا ہے کہ میں اللہ کا اس زمین میں خلیفہ ہوں اور باخبر ہوتا ہے کہ اللہ کی عطا کردہ مثبت قوتوں کے استعمال کی بناء پہ مسجود ملائک ہوں۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ میری اس چند روزہ آزمائشی زندگی میں کامیابی کے بعد ایک لازوال اور ابدی خوشیوں سے بھری زندگی میری منتظر ہے۔

اگر اللہ کا ذکر کثرت اور باقاعدگی سے کیا جائے تو ذکر کی برکات کے علاوہ دین اسلام کے تمام احکامات پہ عمل کرنا نہ صرف سہل ہو جاتا ہے بلکہ پر لطف بھی۔ اللہ کے ذکر کی بدولت اللہ کی محبت ہر لحظہ بڑھتی جاتی ہے اور پھر ایسے شخص کا مقصود صرف اور صرف اللہ ہی ہوتا ہے۔

انا الی الله رغبون (ہم کو تو اللہ ہی چاہیئے)

محترم قارئین! سلسلہ توحیدیہ کے قیام کا مقصد بھی دراصل مسلمانوں میں اتباع رسول ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت اور قرب و رضا کا حصول ہے۔ اس مقصد کی خاطر طالبین حق کو ذکر اللہ ہی تلقین کیا جاتا ہے تاکہ مطلوبہ مقصد کو حاصل کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے ذکر اور اہل ذکر کی صحبت کی بدولت اپنی محبت 'قرب 'رضا اور دیدار عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

والسلام   عبدالقیوم ہاشمی

درس قرآن

(ڈاکٹر عبدالرشید وقار)

وَلَقَدْ نَجَّیْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُھِیْنِ ○ مِنْ فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ کَانَ عَالِیًا مِّنَ الْمُسْرِفِیْنَ (الدخان) آیت نمبر30-31

ترجمہ! "اور بے شک ہم نے نجات دی بنی اسرائیل کو رسوا کن عذاب سے (فرعون کی غلامی سے) بلا شبہ وہ بڑا متکبر اور حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا"۔

تشریح! قرآن حکیم میں گذشتہ امتوں کے حالات کو اس لئے بیان فرمایا گیا کہ امت محمدیہ ﷺ گزری ہوئی امتوں کے حالات و واقعات کو سامنے رکھ کر اپنا جائزہ لیتے رہے۔ اور اس کردار کو اپنانے سے گریز کرے جس کی وجہ سے مصائب و آلام میں اضافہ ہوا۔ اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی عبداللہ (اللہ کا بندہ) کے ہیں۔

یہ لفظ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ ان کی اولاد کو بنی آدم کے نام سے پکارا گیا ہے۔ ان کا اصلی وطن تو کنعان تھا۔ مگر جب حضرت یوسف علیہ السلام تخت مصر پر جلوہ افروز ہوئے تو اولاد یعقوب مصر میں آباد ہو گئی۔ یہاں رہتے ہوئے انہوں نے صدیاں گزار دیں۔ محنت و جفاکش اور خداداد صلاحیتوں کے باعث ایک خاص مقام حاصل کر لیا۔ مصر میں جو دوسری قوم آباد تھی اس کو قبطی کہتے تھے۔ یہ لوگ مصر کے مقامی باشندے تھے۔ بنی اسرائیل کی خوش حالی سے قبطی حسد کرنے لگے۔ اور قومی عصبیت کے جذبہ کو بھڑکا دیا فرعون مصر کے زمانہ نے اس عصبیت کو عروج پر دیکھا۔ قبطیوں نے حکومت کے اندر اور باہر بنی اسرائیل کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ ان پر حکومت کا تختہ الٹنے کا الزام بھی لگا' اور نوبت یہاں پہنچی کہ بنی اسرائیل کو مصری شہریت سے محروم کر کے غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا گیا' رات دن ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے جانے لگے۔ اذیت ناک سزائیں دی جاتیں مشقت اس قدر لی جاتی جس سے جانور بھی خدا کی پناہ مانگتے۔ بنی اسرائیل کے مرد قبطیوں کے کھیتوں میں کام کرتے اور عورتیں صبح سے شام تک گھریلو کام کاج میں لگی رہتیں۔ مشقت کرتے کرتے تھک جاتے لیکن پیٹ بھر کر روٹی نصیب نہ ہوتی۔ ان کے بچوں کو بے دریغ قتل کر دیا جاتا۔ اور کسی کونے سے صدائے احتجاج بلند نہ ہوتی۔ جب ظلم کی تاریکی اس قدر گہری ہو گئی کہ بنی اسرائیل کا وجود خطرے میں پڑ گیا تو اللہ کریم نے مظلوموں پر ترس کھا کر موسیٰ علیہ السلام کو شرف رسالت سے نوازا۔ موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر ان کے چھوٹے بھائی ہارون علیہ السلام کو بھی مددگار بنایا گیا۔ تاکہ حاکم وقت فرعون مصر کو توحید کی دعوت دے اور اولاد یعقوب کو غلامی سے آزاد کر دے جنہیں مدتوں کی غلامی نے پیس کر رکھ دیا تھا۔ موسیٰ و ہارون علیہ السلام نے

دربار فرعون میں جا کر اللہ کا پیغام سنایا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور ساری قوم میری ہمنوا بھی ہے اور مجھ پر کامل بھروسہ کرتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بطور ثبوت ید بیضاء اور عصاء کو بھی پیش کیا۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی نصیحت کی کہ اللہ کی نافرمانی اور سرکشی سے باز آجاؤ تمہیں خدائی کا دعویٰ زیب نہیں دیتا۔ اگر تو خدائی دعویٰ پر اڑا رہا تو خود بھی برباد ہو گا اور دوسروں کو بھی تباہ کر دے گا۔ لہٰذا اپنے دماغ سے خدائی کا خبط نکال دو۔ بندوں کو بندگی ہی زیب دیتی ہے۔ میرا دعویٰ رسالت بلا دلیل نہیں میں اللہ کی طرف سے روشن معجزات لیکر آیا ہوں۔

فرعون اور اس کی قوم موسیٰ علیہ السلام کی اس جرات پر پیچ و تاب کھانے لگی۔ اور ظلم کا بازار پہلے سے زیادہ گرم ہو گیا۔ موسیٰ علیہ اسلام نے بہت سمجھایا کہ باز آجاؤ ورنہ خدا کا عذاب تمہیں بھگتنا پڑے گا۔ لیکن پیغمبر کی باتوں کا فرعون اور اس کے پیروکاروں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو راتوں رات لیکر مصر سے ہجرت کر جاؤ۔ راستے میں دریائے نیل بہہ رہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصاء پانی پر مارا تو دریا میں بارہ راستے بن گئے اور پانی شفاف برف کی صورت میں دیواریں بن کر کھڑا ہو گیا۔ ساری قوم دریا کے پار اتر گئی۔ جب فرعون اور اس کے لشکر کو خبر ہوئی تو انہوں نے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا۔ جب دریا میں آگئے تو پانی نے حسب معمول بہنا شروع کر دیا اور فرعون اپنے لشکر سمیت پانی میں غرق ہو گیا۔ قرآن حکیم نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ فرعون اور لشکر فرعون کی غرقابی پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین روئی۔ کیونکہ انہوں نے تمام عمر بنی اسرائیل کو پامال کیا اور انسانوں کو سوائے دکھ کے اور کچھ نہ دیا۔ اس لئے ان کی موت پر کوئی آنکھ اشک بار نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات عطا فرمائی۔ غلامی کو رسوا کن عذاب کہا گیا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد بھی شامل ہے جن کو آج کل یہودی قوم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے نبی آخر الزماں ﷺ کی بڑھ چڑھ کر مخالفت کی اور امت محمدیہ کی سب سے بڑی دشمن بنی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جگہ جگہ بنی اسرائیل پر اپنے احسانات کا ذکر کیا ہے۔ آزادی بخشنے کے بعد ان پر انعامات کی بارش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "اے بنی اسرائیل وہ دن یاد کرو جب ہم نے تمہیں دنیا جہاں کے لوگوں پر فضیلت بخشی۔ جب تمہیں قوم فرعون کے پنجہ سے آزاد کیا۔ جو تمہیں بڑے دکھ دیتے تھے۔ تمہارے لڑکوں کو ذبح کر دیتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رکھتے تھے۔ تاکہ ان سے خدمت لی جائے خدا نے تمہارے لئے دریا میں راستے بنا دیئے۔ تم کو بچالیا۔ فرعون کے آدمیوں کو اور فرعون کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا۔ دریا کے پار اترنے پر صحرا میں سایہ نہ تھا۔ ہم نے تم پر مدت تک سایہ کئے رکھا تاکہ تمہیں دھوپ کی تمازت سے بچایا جائے۔ تم پر من و سلویٰ اتارا۔ جب تمہیں پانی کی پیاس لگی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پتھر پر ماری تو اس میں سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ تم پانی سے سیراب ہو گئے"۔ "اے بنی اسرائیل وہ دن یاد کرو جب خدا نے تم سے عہد لیا تھا کہ حق کو

باطل سے گڈمڈ نہ کرنا۔ خدا کی آیات کو دنیا کے قلیل منافع کی خاطر فروخت نہ کرنا۔ لیکن تم اپنا وعدہ وفا نہ کرپائے تم نے ہٹ دھرمی اختیار کی اور بچھڑے کی پوجا شروع کردی من و سلویٰ کو ٹھکرا کر ساگ پات اور ککڑی لہسن مسور اور پیاز کی فرمائش کی۔ تم نے بعض پیغمبروں کو جھٹلایا اور بعض کو ناحق جان سے مار ڈالا۔ خدا نے تمہاری نافرمانیوں کی پاداش میں کبھی ایک دوسرے کے قتل کا حکم دیا کبھی تم کو بجلی نے آلیا۔ کبھی تم راندہ درگاہ ٹھہرے اور تمہیں بندر اور خنزیر بنادیا گیا کبھی کوہ طور کو تمہارے سر پر لٹکادیا گیا"

"اے بنی اسرائیل بے شک تمہارے دل پتھر ہو گئے' بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت۔ پتھروں میں بعض ایسے ہیں جن کے اندر سے خوف خدا سے پانی نکلنے لگتا ہے اور حد یہ ہے خدا کے کلام تورات کو بھی بدل ڈالا"

قارئین محترم! یہی ہے وہ قوم جو آج حسن گیتی کو نوچ رہی ہے۔ یہ قوم دوسری قوموں کی طرح خالص تو نہیں رہی اور اس کی اصلی شکل مسخ ہو چکی ہے امریکہ' برطانیہ اور فلسطین میں آباد ہے۔ اس کا نصب العین مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانا ہے یہی قوم نیو ورلڈ آرڈر کی علم بردار اور حقوق انسانی کی چمپئن بنی ہوئی ہے۔ ساری دنیا میں سازشوں کا جال پھیلا رکھا ہے۔ اسلامی ممالک میں سکولوں کو گرانٹ مہیا کرکے نئی نسل کو یہودی اور عیسائی بنا رہی ہے۔ سفارت کی آڑ میں حکومتوں کے تختے الٹتی ہے۔ تجارت کے نام پر معیشت کو تباہ کر رہی ہے۔ مشرق وسطیٰ کے تیل کے ذخائر پر قبضہ کر رکھا ہے۔ آئی۔ ایم۔ ایف۔ ورلڈ بنک اور اقوام متحدہ اسی قوم کی داشتہ ہے جہاں کہیں غیر مسلم کا مفاد ہو بھاگ کر مدد کے لئے حاضر ہوتی ہے اور جہاں مسلم کا خون بہہ رہا ہو وہاں مذاکرات کا ڈول ڈالا جاتا ہے۔ خوبصورت وعدے اور معاہدے کئے جاتے ہیں۔ لیکن ان کو ایفاء کرنے اور نبھانے کی کبھی نوبت نہیں آتی۔ مسلمان اس قوم کے دل فریب وعدوں کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔ ہر وعدہ کے پس پردہ ایک سازش جنم لیتی ہے۔ جب پردہ اٹھتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ ہم ذلت و رسوائی کی کسی گہری کھڈ کی طرف لڑھکا دیئے گئے ہیں۔ جہاں اور بہت سی وجوہات ہیں ان میں سب سے بڑی وجہ ہماری دین اسلام سے دوری ہے اس دوری کی وجہ سے قوم میں شکست و ریخت کا عمل تیز تر ہو گیا ہے۔

دوسری طرف یہود و ہنود سے دوستی ہے جن کے متعلق خالق کائنات کا فرمان ہے کہ یہ مسلمانوں کے کبھی دوست نہیں ہو سکتے۔ مسلمانوں کو تکلیف پہنچے تو یہ خوش ہوتے ہیں اور اگر مسلمانوں کو کوئی کامیابی حاصل ہو تو یہ جل کر کوئلہ ہو جاتے ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ مسلمان نے اپنے پروردگار کے فرمان عالی شان سے روگردانی کر رکھی ہے اور مصلحتوں کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔ حالانکہ ہمارے نفع و نقصان کا مالک فقط اللہ ہے نصف صدی قبل ہم نے من حیث القوم اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تو ہم کو ہندو اور انگریز کی غلامی سے نجات دے دے تو ہم مملکت خداداد میں اسلامی نظام کو نافذ کریں گے۔

اللہ رب العزت نے ہم پر ترس کھا کر ہمیں آزاد ملک عطا فرمایا۔ آزادی کے بعد مسلمانوں کا قبلہ

حاجات امریکہ ٹھہرا۔ اور اپنے وعدہ کو وعدہ فردا پر موقوف کر دیا۔ کسی نے کہا قائداعظمؒ سیکولر تھے۔ کسی نے کہا ہم نے صرف معاشی آزادی کی طرف پیش رفت کے لئے ملک بنایا تھا۔ حالانکہ اس وقت جو نعرہ بلند ہوا وہ صرف یہ تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ مسلمان نماز تو اس وقت بھی پڑھتا تھا۔ روزہ بھی رکھتا تھا۔ زکوۃ بھی دیتا تھا اور توفیق ہونے پر حج بھی کرتا تھا۔ اور روکھی سوکھی روٹی بھی گزر اوقات کے لئے ملتی تھی، جرائم کی گرم بازاری بھی نہ تھی۔ جو آج دیکھنے میں آ رہی ہے۔ پڑھے لکھے اور علماء جو تحریک پاکستان میں دن رات ایک کئے ہوئے تھے ان کا خیال تھا کہ اگر ہمیں قوت نافذہ مل جائے تو ہم پاکستان میں اللہ اور اس کے رسول محترم ﷺ کا قانون رائج کر سکیں گے۔ یہی وہ بنیاد اور اصول تھا جس پر ملک پاکستان معرض وجود میں آیا اور یہ معجزہ رونما ہوا بھی تو 27 رمضان المبارک (14 اگست 1947ء) کو جس میں لیلتہ القدر کا غالب امکان ہوتا ہے۔ سال کا سب سے مبارک مہینہ۔ اس کے متعلق شاید قائداعظمؒ، نہرو اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن بھی نہیں جانتے تھے کہ یہ آزادی کتنی مقدس ہے۔ جو بابرکت رات کو دی جا رہی ہے۔ پاکستانی قوم نے اس آزادی کو مادر پدر آزادی سمجھ لیا۔ مذہب سے آزاد ہو گئے تو غیروں کے دست نگر بن گئے۔

آج ہم انصاف بھی اسی راندہ درگاہ یہودی قوم سے مانگ رہے ہیں۔ کشمیر جنت نظیر میں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ عصمتیں لٹ رہی ہیں۔ گھر جلائے جا رہے ہیں۔ لیکن ہم شیروں کو گیدڑ بننے کی تلقین کر رہے ہیں۔ ظلم کو اعلان واشنگٹن کی چادر میں لپیٹ دیا گیا ہے۔ مسلمان کے دل میں اس ہندو قوم کا رعب بٹھا دیا گیا ہے۔ جو گنگا کے پانی کی پوجا بھی کرتی ہے اور اسی پانی سے استنجا بھی کرتی ہے۔ جہاد کا راستہ روکا جا رہا ہے۔ فلسفہ یہ پیش کیا جا رہا ہے کہ جب دو ایٹمی قوتیں آمنے سامنے صف آراء ہوں تو فاتح کو تلاش کرنا مشکل ہوتا ہے۔ حالانکہ مسلمان دونوں صورتوں میں کامیاب ہے۔ اگر شہید ہو جائے تو ابدی زندگی فوز العظیم بنتی ہے۔ لوٹ آئے کامیابی کے ساتھ تو غازی کہلاتا ہے۔ موت تو ہر صورت میں آ کر رہے گی۔ جہاں پر بھی انسان چلا جائے موت سے بھاگ نہیں سکتا۔ ملاح کشتی چلا رہا تھا۔ کشتی میں بیٹھی ہوئی سواری نے سوال کیا کہ ملاح بھائی آپ کا دادا آج کل کہاں ہے۔ جواب ملا اسی دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ پھر دوسرا سوال کیا کہ تمہارے باپ کا کیا ہوا۔ جواب ملا وہ بھی دریا میں کشتی چلاتے ہوئے ڈوب کر مر گیا۔ سواری نے کہا تم کشتی چلانا چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ ملاح نے کہا تمہارا باپ دادا کہاں فوت ہوا اس نے کہا اپنے گھر میں۔ ملاح نے کہا تم اپنے گھر کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے تب اسے اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ موت تو ہر جگہ پہنچ جاتی ہے۔ موت تو اٹل حقیقت ہے۔ آ کر رہے گی۔ لیکن موت آنے سے پہلے ہمیں سوچنا ہے اور فیصلہ کرنا ہے کہ موت سے پہلے ہم میر جعفر صادق کی صف میں کھڑے ہونا ہے یا فتح علی ٹیپو کی صف میں۔ ہمیں جھکی ہوئی گردن اچھی لگتی ہے یا کٹی ہوئی، عزت کی موت قبول ہے یا ذلت و بربادی کی زندگی۔ ہماری شاہ خرچیوں اور عیش و عشرت کی زندگی نے آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک نے یہ دن دکھائے ہیں کہ

لوگ دن رات ایک کر کے دو وقت کی روٹی کو ترس رہے ہیں۔ جس وقت آس ٹوٹ جاتی ہے تو خود کشی کر لیتے ہیں۔ بھوک بڑی ظالم ہوتی ہے۔ خدا کے نبی ﷺ نے جو صابر اور قانع تھے بھوک سے پناہ مانگتے ہوئے بارگاہ الہی میں عرض کیا تھا۔ "اے اللہ میں بھوک سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ وہ بہت برا ساتھی ہے" (ابوداؤد و نسائی)

بنی نوع انسان نے موت کا ذائقہ درجنوں طریقوں سے چکھا ہے لیکن بھوک کی موت سب سے زیادہ دردناک ہوتی ہے' اس میں طائر روح ایک ہی جست میں قفس عنصری سے پرواز نہیں کرتا بلکہ جوہر زندگی جسم کے روئیں روئیں سے کشید ہو کر نکلتا ہے۔ گوشت ختم ہو جاتا ہے اور ہڈیاں اکڑ کر لوہے کی سلاخیں بن جاتی ہیں۔ جسم مرجاتا ہے لیکن دماغ زندہ رہ کر جسم کی شکستگی کی تمام روئیداد ریکارڈ کرتا رہتا ہے آخری دم تک آس لگی رہتی ہے کہ شاید کوئی مسیحا پیٹ کا ایندھن فراہم کر کے مجھے از سر نو زندگی کی نعمت سے ہمکنار کر دے۔ یہودی مسلمان کو بھوک سے مارنے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔ عراق اور کسووو میں اس کی جیتی جاگتی مثالیں مل سکتی ہیں۔ فلسطین اور بیروت میں یہ مناظر کھلی آنکھوں سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ افریقی ممالک کی حالت زار بھی دیدنی ہے۔ اگر ہمیں عزت کی زندگی درکار ہے تو جہاد کی راہ اختیار کرنی ہوگی۔ اسی میں ہماری بقا ہے۔ ورنہ سارے وعدے / معاہدے دھوکہ ہے۔ خوش فہمی اور خود فریبی ہے۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ رب قدیر نے کلام پاک میں کہہ دیا ہے کہ انتم والاعلون ان کنتم مومنین تم ہی غالب و سرفراز ہوگے اگر تم مجھ پر پختہ یقین رکھتے ہوئے۔ نہ تو خدا بدلا ہے نہ اس کے وعدے تبدیل ہوئے ہیں۔ ہمارا پروردگار وہی ہے۔ جو لاٹھی اور تلوار کے زمانہ میں ہمارا مددگار تھا۔ ایٹم کے زمانہ میں اسکی قدرت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ وہ اب بھی ہمارا سہارا بن سکتا ہے بشرطیکہ ہم صدق دل اور یقین محکم کے ساتھ اس پر بھروسہ کرتے ہوئے طاغوتی طاقتوں کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں اور اللہ کے دین کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ بھی ہے کہ جب طاقت اور صداقت کا مقابلہ ہوتا ہے تو صداقت کی فتح ہوتی ہے۔ قرآن کے صفحات ہمیں بتا رہے ہیں کہ طاقت نمرود کے پاس تھی اور صداقت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے پاس۔ طاقت فرعون کے پاس تھی اور صداقت موسیٰ کلیم علیہ السلام کے ساتھ۔ کامیابی خلیل علیہ السلام اور کلیم علیہ السلام کے حصہ میں آئی۔ نمرود اور فرعون دونوں جہنم کا ایندھن بنے۔ اور صداقت کے امین تا حشر دوسروں کے لئے قابل تقلید مثالیں چھوڑ گئے۔ جنگ یرموک میں دنیا کے سب سے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولید ؓ نے 60 مجاہدوں کے ساتھ 60 ہزار کے لشکر کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کے رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنی بصیرت عطا فرمائے اور یہود و ہنود کی غلامی سے بچائے۔ آمین ثم آمین

قافلہ حجاز میں حسین ؓ ایک بھی نہیں
گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

درس حدیث

رانا محمد اعجاز

عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال والذی نفس محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ لا یسمع بی احد من ھذہ الامتہ یھودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یومن من بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار (مسلم)

ترجمہ! "حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ اس امت کا جو کوئی بھی یہودی یا نصرانی میری خبر سن لے (یعنی میری نبوت و رسالت کی دعوت اس کو پہنچ جائے۔ اور پھر وہ مجھ پر اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے بغیر مرجائے تو ضرور وہ دوزخیوں میں ہو گا"

اس حدیث مبارکہ میں یہودی اور نصرانی کا ذکر صف تمثیل کے طور پر اور یہ ظاہر کرنے کے واسطے کیا گیا ہے کہ جب یہود و نصاریٰ جیسے اہل کتاب بھی خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان لائے بغیر اور ان کی شریعت کو قبول کئے بغیر نجات نہیں پاسکتے تو دوسرے کافروں اور مشرکوں کا کیا انجام ہو گا وہ اسی سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔

بہر حال حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ اس دور محمدی ﷺ (جو حضور ﷺ کی بعثت سے شروع ہوا ہے اور قیامت تک جاری رہے گا) جس شخص کو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی دعوت پہنچ جائے اور وہ آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو اپنا دین نہ بنائے اور اسی حال میں مرجائے تو وہ دوزخ میں جائے گا۔ اگرچہ وہ کسی سابق پیغمبر کے دین اور اس کی کتاب و شریعت کا ماننے والا یہودی یا نصرانی ہی کیوں نہ ہو۔ ان کی نجات بھی اسی میں مضمر ہے کہ وہ خاتم الانبیاء ﷺ کے لائے ہوئے دین کو اپنائے اور آپ ﷺ کی شریعت پر عمل کرے کیونکہ اس کے بغیر نجات ممکن نہیں۔

ایک دفعہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا

یارسول اللہ ﷺ ایک نصرانی شخص ہے جو انجیل کے موافق عمل کرتا ہے اور اسی طرح ایک یہودی شخص ہے جو تورات کے احکام پر عمل کرتا ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان بھی رکھتا ہے مگر اس کے باوجود آپ کے دین اور آپ کی شریعت پر نہیں چلتا تو فرمائیے آپ کا کیا حکم ہے؟ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس یہودی یا جس نصرانی نے میری بابت سن لیا (یعنی میری دعوت اس کو پہنچ گئی) اور اسکے بعد بھی اس نے میری پیروی اختیار نہیں کی تو وہ دوزخ میں جانے والا ہے"

متعدد احادیث مبارکہ اور قرآنی آیات میں دین اسلام کو اپنانے اور اس پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے اور سابقہ تمام اہل کتاب کو بھی دعوت اسلام قبول کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے اور واضح الفاظ میں قرآن و حدیث میں بتادیا گیا ہے کہ جو کوئی بھی راہ نجات کا حصول چاہتا ہے اور آخرت میں سرخرو ہونا چاہتا ہے تو وہ رسول کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرے۔

قرآن مجید میں سورہ آل عمران میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے۔

"اے نبی (جو لوگ آپ ﷺ کی شریعت کا اتباع اختیار کئے بغیر اللہ کو چاہتے ہیں اور اس کی بخشش حاصل کرسکنے کی خام خیالی میں مبتلا ہیں ان سے) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم واقعتہ اللہ کو چاہتے ہو تو (اس کے سوا اب اس کا کوئی راستہ نہیں ہے کہ) میری شریعت کی پیروی اختیار کرو (اگر ایسا کروگے) اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخشے گا (اور اگر میری پیروی اختیار نہیں کروگے تو اللہ کی محبت اور مغفرت کے تم مستحق نہیں ہوسکوگے) (ال عمران۔4)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان نہیں لاتا اور ان کے لائے ہوئے دین کو نہیں اپناتا وہ کسی بھی حال میں نجات نہیں پاسکتا۔ اصل اور حقیقی نجات صرف اور صرف دین اسلام کو اپنانے میں ہی مضمر ہے

صدائے فقیر

جبر نہیں۔ دعوت دیں

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی)

جیسا کہ پچھلے مضامین میں بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لئے پیدا فرمایا کہ یہ صرف اللہ کی عبادت کرے۔ یعنی اللہ کو اپنا خالق، مالک، حاکم، الہ اور رب مان کر اسی سے محبت کرے اور اسی کی بندگی کرے۔ اپنی خواہشات کو اللہ کے تابع کر کے اس کے رسول ﷺ کی بتائی ہوئی حدود و قیود کے اندر رکھنا ہی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے عطا کئے ہوئے نظام حیات کو جس کے ہر ہر شعبہ میں اس کی حاکمیت کا غلبہ ہے اسلام کا نام دیا ہے اور جو انسان اپنی روح کی پکار اور ضمیر کی آواز پر لبیک کہہ کر اس میں داخل ہو جاتے ہیں ان کو "مسلمین" کے خطاب سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کامل بندگی کا نام ہی دین حق ہے اور یہی وہ صراط مستقیم یعنی سیدھی راہ ہے جس پر چل کر ہر انسان اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیت کے مدارج کے مطابق اللہ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔

(1)! ان اللہ ربی وربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم ○ (ال عمران۔51)

ترجمہ! "کچھ شک نہیں کہ اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے۔ پس اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے"

(2)! ومن یعتصم باللہ فقد ھدی الی صراط مستقیم ○ (ال عمران۔101)

ترجمہ! "اور جس نے اللہ کو مضبوط پکڑ لیا وہ سیدھے راستہ پر لگ گیا"

(3)! وان اعبدونی ھذا صراط مستقیم (یاسین۔61)

ترجمہ! "اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا۔ یہی راستہ سیدھا ہے"

اگر ہم اپنے چاروں طرف پھیلی ہوئی کائنات اور اس کے اندر موجود اشیاء پر غور کریں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ کائنات کی ہر چیز ایک ہی زبردست، علیم و خبیر، جبار و قہار اور مدبر و منتظم حاکم کی اطاعت میں اس طرح جکڑی ہوئی ہے کہ سرمو انحراف کی مرتکب نہیں ہو سکتی۔ بڑے بڑے اجرام فلکی سے لے کر ایٹم کے اندر گردش کرنے والے الیکٹرون بلکہ ان سے بھی چھوٹے ذرات اللہ کے احکام کی پابندی پر مجبور ہیں۔ لیکن انسان کا معاملہ دوسری تمام مخلوق سے مختلف رکھا گیا ہے۔ اس کے لئے حکم ہوا ہے۔

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم (البقرہ۔256)

ترجمہ! "دین میں جبر اور زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت واضح طور پر گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔ تو جو

انسان شیطانی لشکروں پر اعتقاد نہ رکھے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں پکڑ لی جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں۔ اللہ سنتا اور جانتا ہے"

اللہ تعالیٰ نے انسان کو خصوصی صلاحیتوں کا حامل بنا کر خلافت ارضی کا عظیم منصب عطا فرمایا۔ اس نے انسان کو فہم و فراست عطا کر کے فیصلہ کرنے کا اختیار دیا اور عمل میں انتخاب کی جس قدر چاہی اپنی مرضی سے اسے آزادی دے رکھی ہے۔ اختیار کی یہ آزادی صرف انسانوں اور جنوں کو ہی حاصل ہے اور یہی ان دونوں کا امتحان ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار گردانا جاتا ہے اور دنیا اور آخرت کی عدالتوں میں جزا و سزا کا حقدار ٹھہرایا جاتا ہے۔ اگر انسان درست فیصلہ کر کے اللہ کی بندگی کی راہ اپنا لے تو اسے ایسی نعمتیں عطا کی جائیں گی جو دوسری کسی مخلوق کو نہیں ملیں گی۔ اگر وہ بہترین ظاہری حواس اور باطنی لطائف کا حامل ہونے کے باوجود اپنے رب کو ہی نہ پہچان سکے تو سزا کا حقدار بھی صرف انسان ہی ہو گا۔ باقی کائنات احکام الٰہی کی پابند ہونے کی وجہ سے احتساب و حساب و کتاب سے مستثنیٰ ہے انسان کی نجات کی بھی یہی صورت ہے کہ وہ خود اپنے ارادے سے اسلام میں داخل ہو کر احکام الٰہی کا پابند ہو جائے۔ اسی لئے حکیم الامت نے فرمایا۔

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

چونکہ نباتات و جمادات کو شعور و ارادہ نہیں ملا اس لئے وہ اپنی مرضی سے عمل کی راہ متعین نہیں کر سکتے اور نہ ہی اپنی زندگی میں کسی قسم کی تبدیلی لا سکتے ہیں۔ ان کے برعکس انسان کی زندگی نہ تو ایک نکتہ پر جامد ہے اور نہ ایک ہی دائرہ میں محدود ہے بلکہ اسفل السافلین سے لے کر اعلیٰ علیین تک پھیلا ہوا وسیع میدان انسان کے ارادہ و عمل کی رزمگاہ ہے اور آخرت میں جہنم کے نچلے طبقے سے لے کر جنت الفردوس کے بلند ترین درجے تک انسانوں کو ہی داخل کیا جائے گا۔ انسان کی تقدیر یہی ہے کہ اس کے انجام کا انحصار اس امر پر ہے کہ وہ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں اور دنیا میں حاصل کی گئی قوت اور دولت کو کس مقصد کے لئے استعمال کرتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جب دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو اللہ ہر دوزخی کو جنت میں ایک مقام دکھا کر فرمائے گا کہ اگر تم ایمان کی راہ پر چلتے تو تمہارے لئے یہ مقام مقدر تھا اس سے وہ اور زیادہ غمگین ہو جائے گا۔ اسی طرح ہر جنتی کو دوزخ کا وہ مقام دکھایا جائے گا جو کفر کرنے کی صورت میں اسے دیا جاتا۔ اس پر وہ مومن اور زیادہ خوش ہو گا اور اللہ کی حمد و ثنا کرے گا۔

اس لئے دین حق اختیار کرنے کے معاملے میں انسان پر کسی قسم کا کوئی جبر روا نہیں رکھا گیا بلکہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ انسان کو قبول حق کے لئے دعوت دی جائے۔ اس کے سامنے اللہ کے احسانات اور نعمتوں کا

ذکر کیا جائے۔ اس کی اپنی پیدائش اور کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ کی آیات بیان کی جائیں۔ اسے حیات ارضی اور آخرت کی دائمی زندگی کے بارے میں آگاہ کیا جائے۔ ایمان کی برکات اور کفر کے نقصانات سے باخبر کیا جائے۔ یہ سب کچھ بڑی حکمت و دانائی اور پیاری پیاری نصیحتوں کے ذریعے پیش کیا جائے اور پھر بلا اکراہ و جبر انسان کو خود فیصلہ کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

انا ھدینہ السبیل اما شاکرا واما کفورا O (الدھر۔ 3)

ترجمہ! "ہم نے انسان کے لئے راستے کی نشاندہی کر دی ہے اب وہ چاہے تو شکر گزار مومن بن جائے اور چاہے تو احسان ناشناس کافر"

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو ہدایت، نصیحت، رحمت، شفاء، برہان، نور اور تذکرہ یعنی یاد دہانی جیسے پیارے پیارے نام دیئے ہیں جو کہ دعوت کی ہی نمائندگی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اپنی ربوبیت کے حق میں بہت ہی سادہ آسان فہم دلیلیں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مادی زندگی سے ماقبل واقعات کا بھی ذکر فرماتے ہیں تاکہ انسان کو عہد الست یاد آ جائے چنانچہ سورت الدھر کی آیت 29 اور سورت المزمل کی آیت 19 میں ارشاد فرمایا۔

ان ھذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا O

ترجمہ! "بے شک یہ قرآن تو یاد دہانی اور نصیحت ہے سو جو چاہے اپنے رب کی طرف پہنچنے کا راستہ اختیار کر لے"

اللہ تعالیٰ انسان سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں اور اس محبت کی وجہ سے یہی چاہتے ہیں کہ وہ راہ راست پر آ جائے اور دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ٹھہرے۔ اس لئے اپنی آخری کتاب میں انسان کو مقصود حیات، حقیقت دین اور انجام آخرت سے بار بار آگاہ کرتے ہیں۔ صرف ایک مثال ملاحظہ ہو

وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفا ویقیموا الصلوۃ ویوتوا الزکوۃ و ذلک دین القیمہ O ان الذین کفروا من اھل الکتب والمشرکین فی نار جھنم خالدین فیھا۔ اولیک ھم شر البریہ O ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولیک ھم خیر البریہ O جزاوھم عند ربھم جنت عدن تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ O (البینہ 5 تا 8)

ترجمہ! "اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں یکسو ہو کر۔ اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور یہی سچا دین ہے۔ جو اہل کتاب میں کافر ہیں اور مشرکین وہ دوزخ میں پڑیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ لوگ سب مخلوق سے بدتر ہیں۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے

نہریں بہہ رہی ہیں۔ ابد الاباد ان میں رہیں گے۔ اللہ ان سے خوش اور وہ اس سے خوش۔ یہ صلہ اس کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا رہا"۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اپنی ازلی و ابدی بادشاہت' انسان پر اپنے ان گنت احسانات' دنیوی حیات کا گھٹیا پن اور آخرت کی بہتر اور باقی رہنے والی زندگی پر روشنی ڈالنے کے بعد ان حقائق پر ایمان لانے یا نہ لانے کا فیصلہ انسان کے ضمیر پر چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول ﷺ کو بھی یہی طرز عمل اختیار کرنے کی تلقین فرماتا ہے کہ لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور پیاری پیاری نصیحتوں کے ساتھ بلائیں۔ مخالفین کے ناروا اور سخت رویے سے بددل ہو کر جھنجلاہٹ اور بے زاری کا اظہار ہرگز نہ کریں بلکہ انکار کرنے والوں کی سختی کا نرمی کے ساتھ جواب دیں اگر وہ پھر بھی آپ کی حق بات نہ مانیں تو آپ اپنی جان اس غم میں نہ گھلا ڈالیں کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ آپ کے ذمے صرف میرا پیغام پہنچا دینا ہے۔ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کرنا آپ کا منصب نہیں ہے اور نہ ہی آپ منکرین کے اعمال کے لئے جواب دہ ہونگے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً" یہ قدرت رکھتا ہے کہ اگر چاہے تو کوئی ایسا نشان ظاہر کر دے جسے دیکھ کر روئے زمین پر بسنے والے تمام انسان اللہ پر ایمان لے آئیں۔ لیکن انسان کے معاملے میں اللہ ہرگز ایسا نہ کریں گے کیونکہ اس طرح کا ایمان جبر ہی کی ایک صورت قرار پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جو اختیارات انسان کو خود عطا کر رکھے ہیں وہ اس سے سلب نہیں کریں گے۔ اپنے رب کی آیات کو پہچان کر اللہ پر ایمان لانا انسان کے فہم و فراست کا امتحان ہے اور اس میں انسان کا اپنا ہی بھلا ہے۔ جو انسان کائنات کے مادی اور روحانی حقائق کو اپنی کج فہمی کی بنا پر ماننے سے انکار کر دیتا ہے تو اس کے کفر کا وبال اس کی اپنی جان پر ہی ہو گا۔ اس موضوع سے متعلقہ آیات قرآنی یہاں درج کی جا رہی ہیں تاکہ دین حق کی دعوت کا انداز پوری طرح سمجھ میں آجائے۔

(1)! انا انزلنا علیک الکتاب للناس بالحق فمن اهتدی فلنفسه ومن ضل فانما یضل علیها وما انت علیهم بوکیل (الزمر۔41)

ترجمہ! "ہم نے آپ پر کتاب لوگوں کی ہدایت کے لئے سچائی کے ساتھ نازل کی ہے۔ تو جو شخص ہدایت پاتا ہے وہ اپنے بھلے کے لئے اور جو گمراہ ہوتا ہے اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں"

(2)! قد جاء کم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسه ومن عمی فعلیها وما انا علیکم بحفیظ (الانعام۔104)

ترجمہ! "آپ لوگوں سے کہہ دیں کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیلیں پہنچ چکی ہیں تو جس نے ان کو آنکھ کھول کر دیکھا اس نے اپنا بھلا کیا اور جو اندھا بنا رہا اس نے اپنے حق میں برا کیا اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں"

(3)! من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعليها وما ربک بظلام للعبید (حم سجدہ۔ 46)

ترجمہ! "جو نیک کام کرے گا تو اپنے لئے اور جو برے کام کریگا تو ان کا ضرر اسی کو ہو گا۔ اور تمہارا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں"

(4)! وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر...(الکھف 29)

ترجمہ! "آپ کہہ دیجئے کہ یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے"

(5)! واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلغ المبین (التغابن۔ 12)

ترجمہ! "اور اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اگر تم منہ پھیر لو گے تو ہمارے رسول کے ذمے تو پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے"

(6)! یایھا الناس انما بغیکم علی انفسکم متاع الحیوۃ الدنیا ثم الینا مرجعکم فننبکم بما کنتم تعملون O (یونس۔ 23)

ترجمہ! "اے لوگو تمہاری شرارت کا وبال تمہاری ہی جانوں پر ہو گا۔ تم دنیا کی زندگی کے مزے اڑا لو' پھر تم کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہی ہے۔ اس وقت ہم تم کو بتائیں گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے"

(7)! ومن یشکر فانما یشکر لنفسه ومن کفر فان اللہ غنی حمید (لقمان۔ 12)

ترجمہ! "اور جو شخص شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے شکر کرتا ہے اور جو احسان ناشناسی یعنی کفر کرتا ہے تو اللہ بھی بے پروا اور سزاوار حمد و ثناء ہے"

(8)! من کفر فعلیه کفره ومن عمل صالحا فلانفسھم یمھدون (الروم۔ 44)

ترجمہ! "جس شخص نے کفر کیا تو اس کے کفر کا ضرر اسی کو ہے اور جس نے نیک عمل کئے تو ایسے لوگ اپنے ہی لئے آرامگاہ درست کرتے ہیں"

(9)! یایھا الناس قد جاء کم الرسول بالحق من ربکم فامنوا خیرالکم وان تکفروا فان للہ ما فی السموت والارض وکان اللہ علیما حکیما (النساء۔ 170)

ترجمہ! "اے لوگو اللہ کے رسول تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق بات لے کر آئے ہیں تو ان پر ایمان لے آؤ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر کفر کرو گے تو جان رکھو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے"

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ اللہ کے دین میں داخل کرنے یا مسلمان بنانے کے لئے جبر کی کسی بھی قسم کا استعمال ممنوع ہے جو انسان سچے دل سے اللہ کو اپنا معبود تسلیم کر کے اس کی اطاعت اور محبت کے

صراط مستقیم پر چلنے کا فیصلہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کے لئے آسانیاں پیدا فرما دیتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی واضح آیات سے آنکھیں بند کر کے کفر کی راہ پر چلنے کو پسند کرے اللہ تعالیٰ اس کی راہ میں بھی کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں کرتے اور اسے اس کی راہ جانے دیتے ہیں۔ اسی لئے اشاعت دین کے لئے کسی بھی دور میں جبر کا سہارا نہیں لیا گیا اور یہ الزام قطعی بے بنیاد ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا۔ اگر ایسا ہوتا تو مسلمانوں کی طاقت کو زوال آنے پر لوگ اسلام سے منحرف ہو جاتے لیکن ایسا کہیں بھی نہیں ہوا۔ ذرا غور کیجئے کہ انڈونیشیا' ملائیشیا اور چین میں مسلمانوں کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ کوئی بتائے کہ تاریخ کے کون سے دور میں مسلمان فوجیں ان ممالک میں داخل ہوئیں۔ تاریخ اسلام میں تو ان ممالک کا ذکر بھی کہیں نہیں ملتا۔ اس جدید دور میں یورپ اور امریکہ کے سنجیدہ اور تعلیم یافتہ لوگ جو دھڑا دھڑ مسلمان ہو رہے ہیں ان کے سر پر کون تلوار لئے کھڑا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی اپنی زندگی بھی اس پر شاہد ہے۔ مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران حضور نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے لیکن مسلمانوں کو یہ ظلم و ستم صبر کے ساتھ برداشت کرنے کا حکم دیا گیا اور جنگ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر جانے کے بعد بھی قریش مکہ نے انہیں چین نہ لینے دیا چنانچہ کفار نے خود حملے کئے اور جنگ بدر' جنگ احد اور جنگ احزاب جیسی جنگیں مسلمانوں پر مسلط کی گئیں۔ جب مسلمانوں کی طاقت میں اضافہ ہوا اور اللہ کی نصرت سے مکہ فتح ہو گیا تو مسلمانوں کے لئے اسلام کے بدترین دشمنوں سے بدلہ لینے کا بڑا اچھا موقع تھا۔ لیکن حضور رحمتہ اللعلمین ﷺ نے یہ اعلان فرما دیا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے۔ ابوسفیان کے ہاں پناہ لے لے' اپنے گھر میں بند ہو جائے یا بیت اللہ کی حدود میں داخل ہو جائے اس کے لئے امان ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ اس اعلان میں اسلام قبول کرنے کی شرط شامل نہیں تھی۔ اسی طرح جب مسجد حرام میں ان جباران قریش کو اکٹھا کیا گیا جنہوں نے اسلام کی مخالفت اور حضور ﷺ کی ایذا رسانی میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی تو انہیں دیکھ کر رحمت عالم ﷺ نے خوف انگیز آواز اور رعب و دبدبے سے پوچھا "تم کو کچھ معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہوں"۔ یہ لوگ اگرچہ جاہل' سنگدل اور انتہائی ظالم تھے لیکن اسلام کی تعلیم اور حضور ﷺ کے مزاج شناس بن چکے تھے۔ اس لئے پکار اٹھے کہ "آپ مہربان و فیاض بھائی اور مہربان و فیاض بھائی کے بیٹے ہیں اس پر آپ ﷺ نے اسلام لانے کی شرط عائد کئے بغیر ارشاد فرمایا " لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا وانتم الطلقاء آج تم پر کچھ الزام نہیں ہے جاؤ تم سب آزاد ہو"

اگر مسلمان کسی اسلام دشمن ملک پر قبضہ کر لیں تو وہاں بسنے والے لوگوں کے مال و جان انکی مذہبی آزادی اور عبادت گاہوں کی حفاظت کرنا مسلمان حکومت کی ذمہ داری قرار پاتی ہے۔ اسی لئے ان غیر مسلموں کو ذمی رعایا کہا جاتا ہے انہیں اسلام لانے کے لئے کسی طور بھی مجبور کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ دین اسلام تو بنی نوع انسان کے لئے سراسر رحمت' باعث خیر و برکت اور دنیوی و اخروی بھلائی کے حصول

کا آسان ترین ذریعہ ہے تمام اہل ایمان کا یہ فرض ہے کہ محبت اور خیر خواہی کے جذبہ کے تحت دوسرے تمام انسانوں کو اس نعمت عظمیٰ سے متعارف کرائیں تاکہ وہ بھی دنیا میں پر اطمینان اور آخرت میں کامیاب و کامران ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ جس کسی کا سینہ حقائق اسلام کے لئے کھول دے اور اسے محبت و مودت، احترام و اکرام، اخوت و مساوات سے بھرپور معاشرہ اچھا لگے اور مسلمانوں کی صاف ستھری، خوشحال اور باکردار زندگی اس کے دل کو بھا جائے تو وہ اللہ کی حاکمیت کے نظام میں برضا و رغبت داخل ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام کی تبلیغ کا اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اللہ نے انسان کو یہ آزادی خود دے رکھی ہے کہ اس زندگی میں وہ جو روش چاہے اختیار کرے۔ اس کے باوجود بھی انسان اللہ کی بادشاہت اور حاکمیت سے بھاگ تو نہیں سکتا اور ہر وقت اللہ کی گرفت میں ہوتا ہے اور وہ جو سلوک چاہے اس کے ساتھ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری عبادت اور بغاوت سے قطعی بے نیاز ہے۔ اگر تمام انسان اللہ کے اطاعت گذار بن جائیں تو اس کی حاکمیت میں ذرہ برابر بھی اضافہ نہیں ہوتا اور اگر سب کے سب کافر ہو کر اس کی عبادت سے روگردانی کر لیں تو ذرہ بھر کمی واقع نہیں ہوتی۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے۔

وقال موسی ان تکفروا انتم ومن فی الارض جمیعا فان اللہ لغنی حمید (ابراہیم۔ 8)

ترجمہ! "اور موسیٰ علیہ السلام نے کہہ دیا کہ اگر تم اور جتنے اور لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ناشکری کر کے کافر ہو جاؤ تو اللہ بھی بے نیاز اور قابل تعریف ہے"

اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لا کر اللہ کے دین کے تحت زندگی بسر کرنا انسان کی اپنی ضرورت ہے اور اس میں اس کا اپنا ہی بھلا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کفر و ایمان سے بے نیاز ہونے کے باوجود محض اپنی رحمت کے غلبہ کے سبب انسانوں کے لئے ایمان کی راہ پر چلنا ہی پسند فرماتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔

ان تکفروا فان اللہ غنی عنکم ولا یرضی لعبادہ الکفروان تشکروا یرضہ لکم ولا تزر وازرۃ وزر اخری ثم الی ربکم مرجعکم فینبکم بما کنتم تعملون انہ علیم بذات الصدور (الزمر۔ 7)

ترجمہ! "اگر تم ناشکری کرو گے تم اللہ تم سے بے پرواہ ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے ناشکری یعنی کفر پسند نہیں کرتا۔ اور اگر تم شکر کرو گے تو وہ اس کو تمہارے لئے پسند کرے گا۔ اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تم کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔ پھر جو کچھ تم کرتے رہے وہ تم کو بتائے گا۔ وہ تو دلوں کی پوشیدہ باتوں تک سے آگاہ ہے"

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی خاطر بے شمار قوتوں اور بڑے پیچیدہ نظاموں کو کام میں لگا رکھا ہے۔ اگر ہم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہیں تو ایسا کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ اگر انسان آنکھیں کھول کر آیات کائنات کے بارے میں غور و فکر کرے تو اس کی عقل پر پڑے ہوئے پردے اٹھ جائیں اور اس میں یہ احساس بیدار ہو جائے کہ سورج، چاند، پہاڑ، دریا، آگ، پانی، پودے، درخت، دن، رات، ہوائیں، فضائیں اور

ہر وہ چیز جو اس کے تصور میں آ سکتی ہے انسان کی خدمت میں لگی ہوئی ہے اور یہ سب اس کے رحیم و کریم مولا و آقا نے پیدا کر رکھی ہیں۔ اس احسان شناسی کے جذبے کا نام ہی شکر ہے اور شکر ہی سے ایمان کی دولت ہاتھ آتی ہے اور ان نعمتوں سے آنکھیں بند کر کے احسان ناشناسی کرنا بہت بڑا ظلم اور کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کی فراوانی اور اس کے مقابلے میں روش انسانی کا ذکر فرماتے ہیں۔

اللہ الذی خلق السموت والارض وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم وسخرلکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ وسخرلکم الانہر وسخرلکم الشمس والقمر دائبین وسخرلکم الیل والنہار واتکم من کل ما سالتموہ وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا ان الانسان لظلوم کفار O (ابراہیم۔ 32 تا 34)

ترجمہ! "اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے مینہ برسایا پھر اس سے تمہارے کھانے کے لئے پھل پیدا کئے۔ اور کشتیوں کو تمہارے زیر فرمان کیا تاکہ دریا میں اس کے حکم سے چلیں اور نہروں کو بھی تمہارے زیر فرمان کیا۔ اور سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا کہ دونوں ایک دستور پر چل رہے ہیں اور رات اور دن کو بھی تمہاری خاطر کام میں لگا دیا ہے اور تم نے جو کچھ مانگا سب میں سے تمہیں عنایت کیا۔ اور اگر اللہ کے احسان گننے لگو تو شمار نہ کر سکو۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے"

انسان کا دل اللہ کی رحمت اور نعمتوں کا معترف ہو جائے تو اپنے مہربان آقا کے در پر سر بسجود ہوئے بغیر رہ ہی نہ سکے۔ صرف زبان سے چند الفاظ ادا کرنے سے شکر کا حق ادا نہیں ہوتا جب تک دل احسان شناسی کے جذبات سے معمور نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے والدین کی شکر گذاری کا بھی حکم دے رکھا ہے۔ اس سے غرض یہ تو نہیں ہے کہ انسان صبح و شام والدین کے سامنے حاضر ہو کر شکر کے چند کلمات دہرا دیا کرے۔ بلکہ یہ مطلوب ہے کہ والدین اور خاص طور پر والدہ نے انسان کی پرورش کے سلسلہ میں جو مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کی ہیں ان کا احساس اور شعور پیدا کر کے ان کا احسان مانا جائے اور ان کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا بھی یہی طریقہ ہے کہ دل و جان سے اس کی اطاعت کی جائے اور دل ہر وقت اور ہر حال میں اللہ کی دی ہوئی ان گنت نعمتوں کے احساس سے بھرپور رہے اور اپنی چند ایک محرومیوں کو ذہن پر سوار کر کے ناشکرا نہ بنے۔ احسان شناسی اور شکر ہی وہ بیج ہے جس سے ایمان کے مبارک درخت کی کونپل پھوٹتی ہے اس کے برعکس اللہ کی نعمتوں کے بارے میں بے حسی، بے قدری اور احسان ناشناسی اللہ کی ربوبیت اور الوہیت کے انکار کو جنم دیتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وامنتم وکان اللہ شاکرا علیما O (النساء 147)

ترجمہ! "اگر تم اللہ کے احسان مان کر شکر گذاری کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔ اللہ تو قدر شناس اور دانا ہے"

اسی لئے قرآن کریم میں اکثر مقامات پر کفر اور شکر کو ایک دوسرے کی ضد کہا گیا ہے کیونکہ شکر اور ایمان ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ نماز وتر میں پڑھی جانے والی دعا قنوت میں بھی ہم پڑھتے ہیں نشکرک ولا نکفرک "اے اللہ ہم تیرا شکر کرتے ہیں اور کفر نہیں کرتے" اللہ تعالیٰ کی کتاب اللہ کے احسانات کا بار بار تکرار کر کے انسان کے ضمیر پر براہ راست دستک دیتی ہے اور اس کے قلب میں سوئی ہوئی اللہ کی محبت کو بیدار کر کے اسے ایمان لانے پر اکساتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اسی طریقہ پر عمل کیا جس میں جبر کے عنصر کا کوئی عمل و دخل نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ اور صلحائے امت نے بھی دعوت دین کے کام کو اسی انداز میں آگے بڑھایا ہے اور آئندہ بھی اسی طریقہ پر یہ کام جاری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے جتنی محبت ہے وہ کسی دوسرے کو ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ اپنے بندوں پر ان کے ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق اور مہربان ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی متفق علیہ احادیث کے مطابق اللہ اپنی مخلوق سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ محبت فرماتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ حقیقی خالق تو اللہ ہی ہے ماں نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رحم کے سو حصے کئے اور ایک حصہ تمام مخلوقات میں تقسیم کر دیا اور باقی ننانوے حصے اپنے پاس رکھے دنیا کی ابتدا سے قیامت تک جتنی مخلوقات ہیں یا ہوں گی اور وہ اپنے دلوں میں جو پیار و محبت اور ہمدردی و شفقت ایک دوسرے کے ساتھ رکھتی ہیں یا رکھیں گی وہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت کے مقابلے میں سو حصوں میں سے صرف ایک حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ محبت کا جو تعلق ہے اس کے ضمن میں ایک واقعہ عرض کیا جاتا ہے۔ ایک موقع پر کسی عورت کا بچہ قافلے میں گم ہو گیا اور اس کی ماں بچے کی جدائی میں بے قرار اس کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑی پھر رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اس عورت کی بے قراری دیکھی تو اپنے صحابہ رضی اللہ عنھم سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ یہ عورت کیوں پریشان و بیقرار ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس کا بچہ گم ہو گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا "بتاؤ اگر اس عورت کو اس کا بچہ مل جائے تو وہ اس کو آگ میں ڈالنا پسند کرے گی" صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں یا رسول اللہ ﷺ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح ہرگز ہرگز نہیں چاہتا کہ اس کا ایک بندہ بھی جہنم میں جائے" اللہ تعالیٰ ایسا نہیں چاہتا تو حضور رحمت اللعالمین کیونکر ایسا چاہ سکتے ہیں آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میری مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے جنگل میں آگ روشن کی ہو تو پتنگے اس میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں میں بھی انسانوں کو پکڑ پکڑ کر آگ سے بچانے کے لئے کھینچتا ہوں لیکن یہ زور لگا کر اس میں گھسے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ان اللہ لا یظلم الناس شیا ولکن الناس انفسھم یظلمون ○ (یونس ۔ 44)

ترجمہ! "اللہ تو لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں"

اللہ رحیم و کریم کسی کو بھی جہنم میں ڈالنا نہیں چاہتے کیونکہ جہنم کو بھرنے میں ان کی کوئی غرض وابستہ نہیں ہے۔ انسان خود ہی اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر ہوا و ہوس اور نفس کی پیروی میں لگ کر اپنے آپ کو اس کا مستحق بنا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انتباہ کرتے ہوئے فرمایا۔

ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب (ص-26)

ترجمہ! "اور خواہش کی پیروی نہ کرنا ورنہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے شدید عذاب ہے اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا"

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو انسان کی خاطر پیدا فرمایا اور ان میں ابلیس بھی شامل ہے۔ اس کے ذمے یہ کام سونپا گیا ہے کہ وہ انسان کو ورغلاتا رہے تاکہ انسان کے کردار کی پختگی اور اللہ کے ساتھ اس کے اخلاص کا اچھی طرح امتحان ہو جائے۔ ادھر انسان کو حکم ملا کہ اس دشمن سے ہوشیار رہنا اور اس کے مکرو فریب میں پھنس کر اللہ اور یوم آخرت کو فراموش نہ کر دینا۔ میری محبت اور اطاعت کے صراط مستقیم پر چلتے رہنا یہ راہ تمہیں میرے قرب کی منزل تک پہنچا کر انعام یافتہ لوگوں میں شامل کر دے گی۔ شیطان یہ کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح انسان کو اللہ کی سیدھی راہ سے بھٹکا کر ٹیڑھی میڑھی راہوں پر ڈال دے۔ چونکہ شکر اور ایمان کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے اس لئے اس کا بنیادی ہدف یہ ہے کہ انسان کو ہوا و ہوس اور طول امل میں پھنسا کر اسے اس کی محرومیوں کا احساس دلائے تاکہ وہ اللہ کی نعمتوں سے صرف نظر کر کے گلے شکوے شروع کر دے اور ناشکرا بن جائے جب ابلیس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے انسان کے خلاف کام کرنے کی مہلت عطا کر دی گئی تو اس نے اسی وقت اپنے منشور کا اعلان کر دیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ہم تک پہنچا دیا ہے۔

قال فبما اغویتنی لا قعدن لھم صراطک المستقیم ○ ثم لا تینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ولا تجد اکثرھم شکرین ○ (الاعراف 16 تا 17)

ترجمہ! "پھر شیطان نے کہا کہ مجھے تو تو نے ملعون کیا ہی ہے میں بھی انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے تیرے صراط مستقیم پر بیٹھوں گا۔ پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے آؤنگا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گذار نہیں پائے گا"

شکر گذاری کا جذبہ ہی اللہ کے قرب کا باعث بنتا ہے ہے اسی لئے اسلام میں تسلیم و رضا پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی انسان سچے دل سے اللہ سے راضی نہ ہو تو اس کی عبادات مطلوبہ نتائج پیدا نہیں کر سکتیں۔ ہماری راہنمائی کے لئے قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک دعا بیان کی گئی ہے۔

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضہ وادخلنی برحمتک فی عبادک الصلحین (النمل 19)

ترجمہ! "اے اللہ مجھے توفیق عطا فرما کہ جو احسان تونے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں ان کا شکر کروں اور ایسے اچھے کام کروں کہ تو ان سے خوش ہو جائے اور مجھے اپنی رحمت سے صالحین میں داخل فرما"

اب ایک حدیث شریف بھی ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا "اے معاذ! مجھے تم سے محبت ہے اے معاذ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم کسی نماز کے بعد ان کلمات کو ترک نہ کرنا۔ ہر نماز کے بعد یہ کلمات ضرور پڑھنا

اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک ترجمہ! "اے اللہ تو میری مدد فرما اپنے ذکر اور اپنے شکر اور اپنی احسن بندگی کے لئے"

ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے زمین پر ایک سیدھی لکیر کھینچ کر ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے پھر اس پر آڑی لکیریں لگا کر فرمایا اس پر ٹیڑھے راستے بھی ہیں اور شیطان ہر موڑ پر انسان کو بہکا کر ٹیڑھے راستوں پر لگانے کی کوشش کرتا ہے۔ شیطان کے معاملہ میں بھی یہ بات یاد رہے کہ اسے اتنی طاقت نہیں دی گئی ہے کہ انسان جیسی برتر مخلوق کو جبرا" صراط مستقیم سے ہٹا سکے۔ وہ آخر ایک جن ہی تو ہے۔ شیطان کے جھوٹے وعدوں اور فریب کی باتوں پر اعتبار کر کے اس کے پیچھے گمراہی کا سارا الزام گنہگاروں کے سر تھوپنے کے لئے جو حیران کن اور آنکھیں کھول دینے والا بیان دے گا اس کا ذکر بھی قرآن نے کر دیا ہے تاکہ انسان ہوش میں آکر سنبھل جائے اور آخرت کے عذاب سے بچ جائے۔

وقال الشیطن لما قضی الامر ان اللہ وعدکم وعد الحق ووعدتکم فاخلفتکم وما کان لی علیکم من سلطن الا ان دعوتکم فاستجبتم لی فلا تلومونی ولوموا انفسکم ما انا بمصرخکم وما انتم بمصرخی انی کفرت بما اشرکتمون من قبل ان الظلمین لھم عذاب الیم (ابراہیم۔22)

ترجمہ! "جب حساب کتاب کا کام فیصل ہو چکے گا تو شیطان کہے گا کہ جو وعدہ اللہ نے تم سے کیا تھا وہ تو سچا تھا اور جو وعدہ میں نے تم سے کیا تو میں نے تم سے دھوکہ کیا اور میرا تم پر کسی طرح کا زور نہیں تھا۔ ہاں میں نے تمہیں دعوت دی یعنی گمراہی کی طرف بلایا اور تم نے جھٹ میرا کہنا مان لیا پس تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔ اب نہ تو میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ ہی تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو۔ میں اس بات سے بھی انکار کرتا ہوں کہ تم پہلے مجھے شریک بناتے تھے۔ بے شک ظلم کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے" الغرض اللہ کے دین کی قبولیت کے لئے جبر کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اللہ کا رسول علیہ السلام اور اس کے ساتھی ایمان کے لئے دعوت دیتے ہیں اور شیطان اور اس کے کارندے کفر کی دعوت دیتے ہیں۔ باقی کائنات پر تو جبر کا قانون نافذ ہے لیکن انسان کے لئے دعوت کا نظام قائم کیا گیا ہے۔ حقیقی اسلام تو نام ہی قلبی تصدیق کا ہے تو پھر اس میں جبر کا کیا کام ہو سکتا ہے۔

خواجہؒ کا خصوصی خطوط

خالد مسعود توحیدی

سالکین کے لئے نادر نسخہ

(اس خط کو محفوظ رکھیں)

(بنام اصغر علی صاحب 60-1-19)

"جو لوگ کہنا پوری طرح مانتے ہیں اور بتائی باتوں پر عمل کرتے ہیں ہمیشہ دین و دنیا میں سرخرو رہتے ہیں۔ جو شکائتیں کرتے رہتے ہیں اور خود کچھ نہیں کرتے وہ یہاں بھی نقصان اٹھاتے ہیں اور وہاں بھی اٹھائیں گے۔ سارجنٹ محمد صاحب پر خاص توجہ کرنا۔ نگران کو خوب سمجھادیں کہ اللہ کا ملنا کسی محبوب مجازی کا ملنا نہیں ہے کہ دو چار ماہ اس کے گھر کے چکر لگائے اور کچھ روپیہ خرچ کیا اور دیدار حاصل ہو گیا۔ وہ تو اگر عمر بھر بھی نہ ملے اور مرتے وقت ایک جھلک نظر آ جائے تو بھی بہت سستا سودا ہے کیونکہ اس کے بعد ایسے طالب کا حشر اللہ کی گود کے سوا کہیں نہیں ہو گا۔ بس یہی خاص ہدایت ان کے لئے ہے کہ جلدی بالکل نہ کریں۔ کہنے کے مطابق عمل کرتے رہیں۔ اخلاق کا تزکیہ کریں۔ غصہ اور نفرت سے دل کو پاک کریں اور تبتل الیہ تبتیلا پر پورا عمل کریں۔

ایک معزز مہمان کو بلانا ہو تو آپ گھر کو خوب صاف کرتے ہیں۔ کوڑے کرکٹ، میل مٹی اور گرد سے گھر کو پاک کرتے ہیں سفیدی کراتے ہیں پھر سجاتے ہیں۔ اللہ کا گھر انسان کا دل ہے۔ لہٰذا جب تک دل کو ان کے تشریف لانے کے قابل نہیں بناؤ گے وہ کیسے آئیں گے اور دل کی میل مٹی اور کوڑا کرکٹ یہی غم،

غصہ ' غیبت ' غرور ' حسد ' نفرت ' بد گوئی ' بد ظنی وغیرہ جیسی باتیں ہیں۔ ان سب کو نفی کرو اور ذکرو عبادت کی سفیدی اس میں کراؤ اخلاق حسنہ کے پھولوں (جس میں محبت اور صداقت سب سے اچھے پھول ہیں) سے اسے سجاؤ۔ پھر دیکھو کہ وہ کیسے جلوہ آرا نہیں ہوتے۔ میری تمام حلقے والوں کو پہلی نصیحت ہی یہ ہوتی ہے کہ اپنا اخلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا بناؤ۔ زبان شیریں ہو۔ حرکات ملائم و شائستہ ہوں۔ سب سے محبت ہو ' حق پر قائم رہو ' برائی کا بدلہ بھلائی سے اور سختی کا جواب نرمی سے دو۔ خدمت کرو اسی کا نام نیکی اور ولایت اور بزرگی ہے۔ قلب میں لاکھ گرمی ہو ' جذب ہو ' کشف ہوتا ہو ' کرامات سرزد ہوتی ہوں اگر اخلاق اچھا نہیں تو یہ سب محض شیطانی باتیں ہیں۔ اخلاق اچھا ہو تو یہی رحمانی صفات ہیں۔

ان سے کہیں کہ اپنی کیفیات گاہ بگاہ مجھے لکھتے رہیں اور ہدایات پر عمل کرتے رہیں۔ دنیا کے کام اور منصبی ڈیوٹیاں ایمانداری ' جوش ' خوشی اور خوش اسلوبی سے انجام دیں۔ ہر وقت اللہ کو یاد رکھیں اور اس سے محبت بڑھاتے رہیں۔ اللہ کے سوائے کسی کو قادر یا تقدیر بنانے اور بگاڑنے والا نہ مانیں۔ عزت البتہ سب بزرگوں کی کریں۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ یہ خط اور سب کو بھی سنادیں۔ آپ کے دنیا کے کام بھی انشاء اللہ رفتہ رفتہ سب درست ہو جائیں گے۔ دنیا کے خیالات کو اللہ کی یاد پر ہرگز غالب نہ آنے دینا"۔

برہمن کو گر سکھایا

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

ایک دن قبلہ حضرتؒ نے فرمایا

''ایک مرتبہ میں بالکل فارغ تھا تو میرے ایک ہندو دوست جو ایک سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے نے بتایا کہ میرے سکول میں عارضی طور پر فارسی کے استاد کی جگہ خالی ہے اگر آپ کو پسند ہو تو کل سے آجائیں۔ میرا تو یہ اصول رہا ہے کہ جب بیکار ہو تو جو بھی کام ملے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا سمجھ کر قبول کر لو اور لگے ہوئے کام کو کبھی مت چھوڑو جب تک اس سے بہتر کام مل نہ جائے چنانچہ میں نے ان کے سکول میں پڑھانا شروع کر دیا۔ وہ مجھے بچپن ہی سے جانتے تھے اور ان دنوں ہم ایک ہی محلّہ میں رہ رہے تھے۔ ہم دونوں اکٹھے ہی سکول آتے جاتے اور راستے میں ان سے گپ شپ بھی چلتی رہتی۔ ایک دن وہ کہنے لگے کہ انصاری صاحب! آپ نے تو روحانی طور پر کافی ترقی کی ہے اور بزرگ بن گئے ہیں لیکن میں تو ویسے کا ویسا ہی ہوں۔ آپ مجھے بھی روحانی ترقی کے لئے کوئی طریقہ بتائیں۔ میں نے کہا کہ آپ مذاق کر رہے ہیں۔ وہ کہنے لگے نہیں بھگوان قسم میں مذاق نہیں کر رہا ہوں میں نے یہ بات سنجیدگی سے کی ہے کہ عمر بھر پوجا کرنے کے باوجود بھی منزل ہاتھ نہیں آئی۔ میں نے انہیں کہا کہ پھر آپ کو پوجا کرنی آتی ہی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ واہ! یہ کیا بات ہوئی ہم تو برہمن ہیں اور سب لوگ پوجا پاٹ ہمیں سے سیکھتے ہیں اگر ہمیں نہیں آتی تو اور کس کو آتی ہو گی۔ میرے پوچھنے پر پنڈت جی نے بتایا کہ ہم نے عبادت کے لئے ایک علیحدہ کمرہ گھر میں بنا رکھا ہے۔ ہم سارے گھر والے صبح سویرے اٹھ کر باقاعدگی کے ساتھ پوجا پاٹ کرتے ہیں اسی طرح رات کو سونے سے قبل بھی اس عمل کو دہراتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس طرح عبادت تھوڑا ہی ہوتی ہے کہ دن رات میں دو گھنٹے تو بھگوان کو یاد کیا اور باقی وقت دنیا کی بک بک جھک جھک میں برباد کیا۔ یہ سن کر پنڈت جی کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا اور انہوں نے بڑے تعجب

سے پوچھا کہ پھر پوجا کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ میں نے کہا کہ کسی روز آپ کو بتاؤنگا۔ چند دنوں کے بعد وہ میرے گھر میں آگئے اور بڑے مودبانہ انداز میں کہنے لگے کہ آپ مجھے بندگی کا صحیح طریقہ سکھادیں۔ میں نے پوچھا کہ کونسی دیوی کو پوجتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو ہنومان جی کی پرستش کرتے ہیں اور انہی کا بت اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے۔ میں نے انہیں بتایا کہ کہ حقیقی بندگی تو یہ ہے کہ تمہارا کوئی سانس بھی ہنومان جی کی یاد کے بغیر نہ آئے۔ جو سانس اندر جائے اس کے ساتھ بھی دل سے ہنومان کہو اور جو باہر نکلے اس کے ساتھ بھی ہنومان۔ یعنی اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے ہر وقت ہنومان جی کو یاد کرنا ہے۔ انہوں نے میرا شکریہ ادا کیا اور چلے گئے۔ ابھی چند ہفتے ہی گذرے تھے کہ وہ پھر میرے گھر آئے اور آتے ہی میرے آگے سجدے میں گر گئے۔ میں نے انہیں اٹھایا اور کہا کہ پنڈت جی یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ کیا ہوا ہے پنڈت جی نے کہا کہ انصاری صاحب! آپ تو مہاتما ہیں۔ آپ کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرنے سے مجھے جاگتے میں ہنومان جی کے درشن ہونے لگے ہیں۔ ایک روز تو ہنومان کی ایک کرامت بھی ظاہر ہوئی۔ شام کے بعد ہمارا ایک بچہ مٹھائی کھانے کے لئے ضد کرنے لگا ہم نے اسے بہلانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانا۔ میں نے ویسے ہی اسے کہہ دیا کہ جاؤ ہنومان جی کے کمرے میں مٹھائی رکھی ہے وہاں سے لے آؤ۔ وہ چلا گیا لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ جب وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کہاں سے لائے ہو تو کہنے لگا کہ یہ ہنومان جی کے سامنے رکھا ہو تھا۔ کبھی کبھی تو ہنومان جی میرے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور میں ان پر ہاتھ بھی پھیرتا ہوں۔ پنڈت جی بڑے خوش اور مخمور تھے۔

یہ سب کچھ سن کر میں نے پنڈت کی خوب ٹھکائی کرتے ہوئے کہا کہ "پنڈت جی! تم مشرک ہو اور آخرت میں جہنم میں ڈالے جاؤ گے۔ جو کچھ تم دیکھتے ہو یہ خدا تھوڑا ہی ہے۔ بھگوان بھلا ایسے ہوتا ہے کہ تمہاری چارپائی پر آکر بیٹھ جائے اور تم اپنے بھگوان پر ہاتھ پھیرتے رہو۔ تمہیں شرم آنی چاہئے"

حکمت

(بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

جن طریقوں سے حضور سرور کائنات ﷺ نے اپنے خاص خاص صحابیوں کو حکمت کی تعلیم دی وہ اس قدر سادہ' آسان اور سہل العمل ہیں جیسا کہ خود دین اسلام ۔ نہ ان میں بھوک اور پیاس سے نفس کو ہلاک کرنا ہے' نہ متواتر روزے رکھنا یا فاقے کرنا' نہ ہندوؤں کی طرح ترک دنیا کر کے جنگلوں اور خانقاہوں میں گوشہ نشین ہونا' نہ صوف کے کپڑے پہننا یا ننگا رہنا' نہ بدن کے بعض اعضاء کو سکھا لینا' نہ حبس دم کرنا یا نماز معکوس پڑھنا' یعنی الٹے لٹک کر عبادت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ باوجود اس کے یہ طریقے دوسری تمام قوموں کے طریقوں سے کہیں زیادہ موثر ہیں۔ ان پر عمل کرنے سے برسوں کا راستہ مہینوں اور مہینوں کا سلوک دنوں میں طے ہوتا ہے اور وہ روحانی قوت اور دولت سرمدی حاصل ہوتی ہے جو دوسرے طریقوں سے کسی طرح بھی حاصل نہیں ہو سکتی' یعنی قرب اور مشاہدہ ذات باری تعالیٰ ۔ اس سے زیادہ اسلام کی فضیلت کا اور ثبوت کیا ہو سکتا ہے۔ ان طریقوں کا ذکر ہم سلوک کے بیان میں کریں گے' اس سے پہلے دو اور باتوں کا بیان کر دینا ضروری ہے' یہ دو باتیں ہیں طلب اور بیعت۔ ان کا مفصل حال سنئے۔

طلب صادق

یہ ہے کہ طالب کے دل میں ایسی بے چینی ہو کہ نہ کھانے پینے میں لذت آئے نہ سونے میں نہ کسی اور شغل میں۔ ہر وقت یہ خواہش قلب و ذہن پر مسلط رہے کہ گوہر مقصود ہاتھ آئے اور کوئی ایسا استاد ملے جو حکمت سکھائے' یہ طلب وہبی ہوتی ہے لیکن بظاہر اس کے پیدا ہونے کے اسباب یہ ہوتے ہیں:۔

۱۔ ایسے لوگوں کی صحبت جہاں اللہ تعالیٰ' رسول کریم ﷺ' اور بزرگوں کا ذکر رہتا ہو

۲۔ بزرگوں کی کرامتوں کے حالات سننا۔

۳۔ سیر و سلوک کی کتابیں پڑھنا۔

۴۔ کسی سچے ولی کی صحبت میسر آ جانا۔

۵۔ کسی بزرگ کی کوئی کرامت خود دیکھنا۔

یہ چند باتیں جتنی زیادہ میسر آئیں گی اتنی ہی طلب زیادہ ہو گی۔

بیعت یا شاگردی

جب طلب پختہ ہو جائے تو ضرورت ہوتی ہے ایک ایسے بزرگ کی جو حکمت سکھائے ' ایسے بزرگ پہلے زمانے میں بھی مشکل سے ملتے تھے آج کل تو بہت ہی کمیاب ہیں اور ایک نا تجربہ کار طالب کے لئے سچے اور جھوٹے کی تمیز کرنا تو بہت ہی مشکل ہے۔ اس لئے ہم مرشد کے انتخاب کا طریقہ بتاتے ہیں:-

جب تم کسی بزرگ کا ذکر سنو تو نکتہ چینی ' عیب جوئی یا آزمائش کے خیال سے نہیں بلکہ ارادت اور ادب کے ساتھ ان کے پاس جاؤ اور اکثر جاتے رہو اور یہ دیکھو کہ ان کی مجلس میں کس قسم کے لوگ رہتے ہیں ثقہ ' سنجیدہ اور تعلیم یافتہ یا بازاری اور جاہل۔ یہ بھی دیکھو کہ ان بزرگ کا اخلاق کیسا ہے ' ہنس مکھ اور خوش مزاج یا درشت مزاج اور تند خو۔ کیسی باتیں کرتے ہیں ' پر از علم و حکمت یا محض روایات و حکایات ہی پر مدار تقریر ہے۔ شرع کے پابند ہیں یا حدود شرع سے آزاد۔ گالیاں تو نہیں بکتے ' مریدوں سے سجدے تو نہیں کراتے۔ یہ بھی دیکھو کہ ان کے مریدوں میں بھی کوئی صاحب حال اور صاحب دل ہے یا نہیں۔ یہ بھی غور کرو کہ ان کی صحبت میں دل دنیاوی تفکرات اور خواہشات سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاتا اور ایک قسم کا سرور آمیز سکون حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔

الغرض ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ ان کی مجلس میں پاکیزہ لوگ آتے ہیں ' وہ خود ہنس مکھ ' خوش اخلاق اور عالم آدمی ہیں ' شرع کے پابند ہیں ' با فیض ہیں ' ان کی صحبت میں خیالات دنیا سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں اور تمہارا دل ان کی طرف مائل ہو گیا ہے تو باقاعدہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہو اور جب کچھ عرصہ بعد ذوق و شوق کا غلبہ ہو جائے ' قلب خود بخود اللہ کو یاد کرنے لگے ' برائیوں کو دل نا پسند کرے اور محاسن کی طرف رغبت پیدا ہو جائے تب بیعت ہو جاؤ۔ یاد رکھو کہ بزرگوں کی پرکھ ان کی کرامات سے ہرگز نہیں کرنی چاہئے کیونکہ کرامتیں یعنی خوارق عادات تو غیر اولیاء

اللہ سے بھی اس قدر زیادہ سرزد ہوتی ہیں کہ طالب دھوکا کھا جاتا ہے۔

بہت سے بزرگ بیعت نہیں کرتے بغیر بیعت ہی فیض پہنچاتے رہتے ہیں۔ ان سے پورا فیض اٹھانا چاہئیے۔ لیکن سلوک طے کرنے کے لئے کسی نہ کسی کامل بزرگ سے بیعت ہونا ضروری ہے۔ اس طرح اس سلسلے کے جتنے بزرگ گزرے ہیں ان میں اکثر سے نسبت روحانی قائم ہو جاتی ہے جو روحانی ترقی کے لئے بہت ضروری ہے۔

مسلمانوں میں ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو بیعت یا پیری مریدی کا سرے سے قائل ہی نہیں ہے' اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر وہ قرآن پر عمل کرتے ہیں اور اچھے مسلمان ہیں تو ضروری نہیں کہ وہ کسی کے مرید ہوں۔ بیعت فرض نہیں ہے' لیکن جو لوگ بیعت ہونا چاہتے ہیں اور اس کے لئے شرعی جواز کے متلاشی ہیں' ان کی معلومات کے لئے یہ عرض کر دینا مناسب ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کو مختلف اغراض و مقاصد کے لئے بیعت فرمایا ہے اور قرآن میں اس کا ذکر یوں آیا ہے۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عھد علیہ اللہ فسیوتیہ اجرا عظیما ○ (الفتح۔10)

ترجمہ:۔ اے محمد ﷺ! جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں' ان کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے' جو اس عہد سے پھرتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے' اور جو اس عہد کو پورا کرتا ہے جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ بیعت جائز ہے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد وہ لوگ بھی بیعت لے سکتے ہیں جو بجا طور پر نائب رسول ﷺ ہیں۔ بیعت کیا ہے؟ یہ ایک عہد ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کسی بزرگ کو گواہ بنا کر یا رسم کے مطابق ہاتھ میں ہاتھ دے کر کیا جاتا ہے کہ میں فلاں فلاں معائب سے مجتنب رہوں گا اور فلاں فلاں محاسن پر عمل کروں گا' علاوہ ازیں قرآن میں آیا ہے۔

یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وتبغوا الیہ وسیلہ۔ (المائدہ۔35)

یعنی "اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف کسی کو وسیلہ بناؤ" مخالفین

بیعت کا کہنا ہے کہ وسیلہ سے مراد یہاں پر قرآن ہے' لیکن وہ یہ غور نہیں کرتے کہ اس آیت کے پہلے ٹکڑے میں جو حکم ہے کہ تقویٰ اختیار کرو' اس کے معنی کیا ہیں؟ تقوی کے معنی بھی تو قرآن کی تعلیم پر کماحقہ عمل کرنے کے ہیں' اس لئے آیت کے دوسرے ٹکڑے میں پھر وہی معنی لینا ایک ایسی تکرار زائد ہے جو قرآن کی فصاحت کے خلاف ہے۔ ایسی بھونڈی تکرار تو کوئی معمولی ادیب بھی نہیں کرتا۔ اس لئے وسیلہ سے مراد سوائے پیر کامل کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ تیسری دلیل بیعت کے جواز میں یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد اب تک جو ہزارہا اولیاء کرام گزرے ہیں' ان سب نے بیعت کی اور بیعت لی ہے' مثلاً" حضرت حسن بصریؒ' حضرت جنید بغدادیؒ' حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ' حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ' حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ' حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ' حضرت بابا فرید گنج شکرؒ' حضرت نظام الدین اولیاءؒ' حضرت صابر کلیریؒ' حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلویؒ' حضرت بہاالدین نقشبندؒ' حضرت خواجہ باقی باللہؒ اور حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ وغیرہم۔ تو کیا یہ سب نعوذ باللہ غلط رو اور گمراہ تھے۔ یہی تو وہ بزرگ ہستیاں ہیں جنہوں نے چار دانگ عالم میں اسلام کا نور پھیلایا' لاکھوں آدمیوں کو بیعت کر کے ان کا اخلاق درست کیا اور ہزاروں کو ولی اللہ بنایا۔ کیا آج کوئی شخص یہ جسارت کر سکتا ہے کہ ان کی بزرگی اور صداقت پر انگلی اٹھائے۔

اب ہم یہ بتائیں گے کہ یہ بیعت یا بالفاظ عوام "پیری مریدی" کیا چیز ہے' مرید کس کو ہونا چاہئے اور کس لئے ہونا چاہئے۔ افسوس کہ فی زمانہ نماز روزے کی طرح پیری مریدی بھی ایک رسمی چیز رہ گئی ہے۔ بہت سے لوگ اس عقیدے سے بیعت ہوتے ہیں کہ خواہ عمر بھر برے کام کرتے رہیں قیامت کے دن پیر صاحب کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے اور بخشے جائیں گے۔ یہ عقیدہ غلط ہے۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ پیر صاحب کسی کو بھی نہ بخشوا سکیں گے' ان کو تو اپنی ہی پڑی ہو گی۔ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت بالکل برحق ہے لیکن شفاعت کے بھروسہ پر جان بوجھ کر نیک اعمال نہ کرنا اور ساری عمر گناہوں اور بدکاری میں صرف کر دینا کہاں کی عقل مندی ہے۔ رسول اللہ ﷺ بھی تو انہی کی شفاعت کریں گے جو شفاعت کے اہل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' ہماری جناب میں کوئی بھی کسی کی

شفاعت نہ کر سکے گا مگر وہ جن کو ہم خود حکم دیں۔ ظاہر ہے کہ رسولوں اور علی الخصوص ہمارے رسول ﷺ سے بڑھ کر کون اس حکم الٰہی کا مستحق ہو سکتا ہے' اس لئے شفاعت کا عقیدہ رکھتے ہوئے بھی نیک اعمالی کو ہرگز ہاتھ سے نہ دینا چاہئے۔

اکثر لوگ دنیاوی برکتوں کے لئے مرید ہوتے ہیں' یہ بھی غلط ہے۔ ان لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ پیر صاحب نہ کسی کو دولت بخش سکتے ہیں' نہ اولاد عطا فرما سکتے ہیں' نہ کسی کی تقدیر بدل سکتے ہیں' نہ مقدمہ جتا سکتے ہیں' نہ آنے والی مصیبتوں سے بچا سکتے ہیں۔ سورہ الحدید میں ہے کہ

"کوئی مصیبت نہیں آتی جو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے کتاب میں نہ لکھ دی ہو" اب بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کے لکھے کو پیر صاحب کس طرح بدل یا روک سکتے ہیں' ایسے عقیدے ہرگز نہیں رکھنے چاہئیں' یہ سب شرک ہیں۔ سورہ الجن میں اللہ تعالیٰ رسول اکرم ﷺ سے خطاب کرتا ہے "کہہ دے کہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے تمہارا برا بھلا" اب فرمائیے جب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں بھی کسی کا برا بھلا نہیں تو پیر صاحب بیچارے کس شمار میں ہیں۔ مسلمانو! یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ تمہاری انفرادی اور قومی تباہی کی سب سے بڑی وجہ ہی یہ ہے کہ تم نے قرآن کے خلاف عقیدے گھڑ لئے ہیں اور ان پر قائم ہو کر قرآن اور اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ آج تم قرآن اور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آؤ' کل تم کو پھر وہی عزت حاصل ہو جائے گی جو قرون اولیٰ میں تھی۔

اکثر لوگ اس خیال سے بیعت ہوتے ہیں کہ جب بزرگ بن جائیں گے تو عیش کریں گے۔ مریدوں کا حلقہ ہو گا' نذرانے ملیں گے' دولت دنیا کی افراط ہو گی یا یہ کہ مٹی کو پھونک مار کر سونا بنا لیں گے' موت اور زندگی پر اختیار حاصل ہو جائے گا اور عزت ہو گی وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ فقر اور ولایت تو محض عبودیت اور بندگی ہے کبریائی نہیں ہے اور بزرگی کے ذریعہ حصول مراتب و دولت کا خیال تو محض دنیاداری ہے خدا کی محبت نہیں ہے' ایسے لوگوں کو کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔

آج کل خاندانی اور وراثتی پیری مریدی بھی عام ہے' یعنی کسی شخص کے باپ دادا اگر کسی بزرگ سے بیعت ہوئے تھے تو وہ شخص ان بزرگ کے بیٹے یا پوتے کا ضرور مرید ہو گا اور

اس کی اولاد اس کے پیر صاحب کی اولاد سے بیعت ہو گی اور ہمیشہ یونہی ہوتا رہے گا۔ یہ طریقہ بھی پیری مریدی کا نہایت ہی غلط اور تباہی پھیلانے والا ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ کبھی کوئی واقعی بزرگ اور ولی اللہ کسی خاندان میں پیدا ہوئے اور اپنی بزرگی کی وجہ سے مشہور ہو گئے' ان کے بعد ان کے بیٹے اور پوتے گدی نشین ہوئے اور یہ گدی اسی طرح وراثتاً" آئندہ نسلوں میں منتقل ہوتی رہی اور لوگ بھی اسی طرح وراثتاً" مرید ہوتے چلے گئے۔ ایسے گدی نشین اور وراثتی پیروں میں شاذ و نادر ہی کوئی بزرگ ہو تو ہو ورنہ عام طور پر تو یہ پیر محض دنیا دار اور طریقت و حقیقت سے بالکل ہی نابلد ہوتے ہیں۔ خدمت کے لئے بے شمار مرید اور خرچ کرنے کے لئے بے قیاس دولت ان کے پاس موجود ہوتی ہے۔ صرف عیش و عشرت ان کا کام ہوتا ہے اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

بہت سے پیر عملیات کے زور پر پیری مریدی کرتے ہیں' وہ سلوک و طریقت کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ عوام کی جہالت کا یہ حال ہے کہ وہ تعویذ گنڈے کرنے والے عاملوں 'نجومیوں' رمالوں' پامسٹوں اور حقیقی بزرگوں کے درمیان کوئی تمیز نہیں کرسکتے اور ہر ایک کو اللہ والا سمجھ کر ان کے مرید اور معتقد ہو جاتے ہیں۔ تو اس قسم کی پیری مریدی نہ صرف بالکل عبث اور بیکار بلکہ نقصان دہ ہوتی ہے۔ مرید ہونے کا مقصد صرف یہ ہے کہ انسان کے اخلاق کی اصلاح ہو' صحیح قسم کی عبادت کرنا آئے' ایمان کامل پیدا ہو' عالم روحانی کا علم' اللہ تعالٰی کی معرفت اور قسمت میں ہو تو رویت کا شرف جیتے جی حاصل ہو جائے۔

آداب سلوک

اب ہم پیری اور مریدی کے کچھ آداب بیان کرتے ہیں۔

جب تم کسی مرشد کا انتخاب کر کے اس سے بیعت ہو جاؤ تو پھر تمہیں مندرجہ ذیل قواعد پر پوری طرح عمل کرنا چاہئے۔

جب تک بصیرت باطنی پیدا نہ ہو یا تمہارا مرشد اجازت نہ دے' حصول تعلیم یا کسب فیض کے لئے کسی دوسرے بزرگ کے پاس نہ جاؤ۔ اپنے مرشد کو دنیا کے باقی تمام زندہ بزرگوں سے زیادہ کامل سمجھو۔ خدا' رسول' صحابہ اور آئمہ کے بعد سب سے زیادہ محبت اپنے

مرشد سے کرو' اس کے احکام اور ہدایات پر آنکھ بند کر کے عمل کرو۔ اگر پیر کا کوئی اشارہ سمجھ میں نہ آئے تو مناسب وقت اور تخلیہ میں نہایت ادب کے ساتھ اس کا مطلب پوچھو۔ شیخ کی مجلس میں ادب سے خاموش بیٹھو' خود ہرگز نہ بولو۔ شیخ کو بولنے کا موقع دو اور جو کچھ وہ کہے' غور سے سنو اور اس پر عمل کرو۔ یاد رکھو کہ تم بزرگوں کے پاس کچھ سیکھنے جاتے ہو ان کو سکھانے نہیں جاتے۔ جو لوگ بزرگوں کی مجلس میں خود بولتے رہتے ہیں اور ان کو بولنے کا موقع نہیں دیتے وہ نہ صرف بدتمیزی کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کرتے ہیں۔ اگر شیخ خاموش ہو لیکن مراقبہ یا حالت استغراق میں نہ ہو تو کوئی مناسب سا سوال کر دو تاکہ وعظ و نصیحت اور حکمت و معرفت کا دریا پھر بہنے لگے۔ شیخ سے بحث و مباحثہ کبھی نہ کرو' اس کے سامنے حرکات و سکنات میں انتہائی ادب ملحوظ رکھو' لیکن یہ خیال رہے کہ معاملہ تعبد کی حد تک نہ پہنچ جائے' مثلاً" اتنا جھکنا کہ رکوع سے مماثلت پیدا ہو' سجدہ کرنا یا مجلس میں اس طرح بیٹھنا جیسے نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بیٹھتے ہو ہرگز جائز نہیں' لیکن یہ بھی نہیں چاہئے کہ شیخ کی مجلس میں لیٹ جاؤ یا پاؤں پھیلا کر بیٹھو۔

مریدوں کے علاوہ عام لوگ بھی جب کسی بزرگ کی مجلس میں جائیں تو ان کو بھی انہی آداب کا خیال رکھنا چاہئے۔ انہیں چاہئے کہ بزرگوں کی مجلس میں جا کر دنیا کی باتیں ہرگز نہ کریں' ان سے غیب کی باتیں ہرگز نہ پوچھیں' یہ فقر اور بزرگی کی سب سے بڑی توہین ہے۔ یہ کام بزرگوں کا نہیں بلکہ نجومیوں' رمالوں اور پامسٹوں وغیرہ کا ہے اور اس پر یقین کرنا بھی منع ہے۔ سورۃ الانعام آیت ۵۰ میں اللہ تعالیٰ سرور دو عالم ﷺ کو خطاب کرتا ہے۔

"کہہ دے کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں نہ میں فرشتہ ہوں"۔

جب اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ رسول کو بھی غیب کا علم نہیں تو تم اولیاء اللہ سے کیوں یہ امید رکھتے ہو کہ وہ تمہیں مستقبل کا حال بتائیں۔ اولیاء اللہ کے پاس تعویذ گنڈوں کے لئے بھی نہیں جانا چاہئے یہ کام عاملوں کا ہے۔ اولیاء اللہ تعویذ گنڈے کبھی نہیں کرتے' وہ صرف دعا کرتے ہیں' ان کے پاس دعا کرانے کو بے شک جاؤ۔ دعا کرانے کا طریقہ بھی یہ ہے کہ کسی بزرگ کے سامنے جا کر لمبی چوڑی داستانیں اور پچھلی ہسٹری اور قصے جیسے کہ مقدمات میں

وکلاء یا بیماریوں میں ڈاکٹروں یا حکیموں کے سامنے بیان کرتے ہو ہرگز نہ کرو' بلکہ صرف دو الفاظ میں کہو کہ میں فلاں امر کے لئے دعا چاہتا ہوں۔ یاد رکھو کہ دنیاداری کے لمبے چوڑے قصے سننے سے شیخ کا دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹ جاتا ہے اور اس کی طبیعت منغض ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں دعا دل سے نہیں نکلتی۔ الغرض شیخ کی مجلس میں کوئی حرکت ایسی نہ کرو جس سے اس کی طبیعت مکدر ہو جائے۔ اگر تمہاری باتوں سے اس کی طبیعت خوش ہو گی اور کیف پیدا ہو گا تو اس حالت میں دعا بھی مقبول ہو گی۔ اگر کوئی بزرگ تم سے وعدہ کر لے کہ انشاء اللہ تمہارا کام ہو جائے گا تو بار بار اس سے تقاضا مت کرو۔ یاد رکھو وہ تمہارا مقروض نہیں ہے۔ ہاں کبھی کبھار تذکرۃ ادب کے ساتھ یاد دہانی کرا دو تو مضائقہ نہیں۔ جس مقصد کے لئے دعا کرائی ہے اگر اس میں کامیابی ہو جائے تو تمہارا اخلاقی فرض ہے کہ بزرگ کو اس کی اطلاع دو اور اللہ تعالیٰ اور اس بزرگ کا شکریہ ادا کرو۔ سب سے اچھا یہ ہے کہ بزرگوں کی مجلس میں بالکل بے غرض ہو کر صرف پند و نصائح سننے کو جاؤ۔

بزرگوں کو دعا کے بدلے میں شکرانہ' نذرانہ وغیرہ ادا کرنا جائز نہیں البتہ کبھی کبھی ہدیہ یعنی تحفے دیئے جا سکتے ہیں' کیونکہ ہدیہ لینا اور دینا شرعاً" جائز ہے۔ اس سے محبت بڑھتی اور روابط مضبوط ہوتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ ہدیہ کسی کام کی اجرت میں نہیں دیا جاتا' یہ محض خلوص و محبت کی نشانی کے طور پر دینا چاہئے۔ جو بزرگ محتاج اور مفلوک الحال ہوں ہدیہ کے ذریعہ ان کی خدمت کرنا بہت ثواب کی بات ہے۔ اس طرح وہ دنیا کے بہت سے افکار سے بے نیاز ہو کر وعظ و تلقین سے خلق خدا کی خدمت اور سکون سے اللہ اللہ کر سکتے ہیں' مگر اہل اور نااہل کو ضرور دیکھ لینا چاہئے' ایسے بزرگوں کی مدد کا حکم قرآن میں بھی ہے۔

جس طرح مریدوں اور عوام کے لئے اوپر بتائے ہوئے آداب ضروری ہیں' اسی طرح بزرگوں کو بھی مریدوں اور عوام کے ساتھ ملتے وقت چند آداب قواعد کا خیال رکھنا ضروری ہے' مثلاً" جو لوگ ملنے آئیں ان کو بہت دیر تک ملاقات کے انتظار کی تکلیف نہیں دینا چاہئے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ آپ فقیر اور اللہ کے ایک عاجز بندے ہیں' کہیں کے گورنر اور ڈپٹی کمشنر نہیں جو لوگوں کو گھنٹوں انتظار میں رکھتے ہیں۔ ملاقات کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا جائے تو بہت اچھا ہے۔ حاضرین سے نہایت محبت و مدارات سے پیش آنا چاہئے' اگر کسی سے

کوئی بدتمیزی سرزد ہو تو برا نہیں ماننا چاہئے بلکہ خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہئے۔ کسی کو اس کے عیب صاف صاف بتا کر ڈانٹنا اور برا بھلا کہنا فقیر کی شان کے خلاف ہے۔ بلکہ نصیحت ہمیشہ اشارے اور پردے میں کرنی چاہئے' مثلاً" کسی شخص میں کوئی عیب ہو تو اس عیب کی خرابیاں اس شخص کے سامنے بیان کی جائیں' خود اس شخص کو برا بھلا نہ کہا جائے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمته والموعظته الحسنته ○ (النحل - 125)

اس کا مطلب ہی یہ ہے۔

بزرگوں کے پاس لوگ اکثر اس وقت آتے ہیں جب ہر طرف سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ آنے والوں میں اکثر بہت ہی مظلوم' دکھی اور محتاج لوگ ہوتے ہیں۔ وہ خدا جانے دل میں کیا کیا امیدیں لے کر حاضر ہوتے ہیں' ان کو جھڑکنا اور ان پر ناراض ہونا فقیروں اور بزرگوں کا کام نہیں' یہ دنیوی حکام کا کام ہے۔ فقیروں کو اس بات سے ہمیشہ مجتنب رہنا اور "واما السائل فلا تنھر" کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ یاد رکھو "صاحب الغرض مجنون" کوئی ایسی حرکت نہ کرو کہ ان کے دلوں کا زخم اور گہرا ہو جائے۔ ان آنے والوں میں شرابی' زانی' چور' ڈاکو وغیرہ سب ہی لوگ ہو سکتے ہیں' فقراء کا یہ منصب نہیں کہ گناہوں کی وجہ سے ان سے نفرت کریں اور ان کو اپنی بارگاہوں سے دھکے دے کر نکلوا دیں۔ فقراء کا فرض تو ان کی اصلاح ہے اور اصلاح صرف پیار' محبت اور باطنی ہمت صرف کرنے سے ہوتی ہے' مار دھاڑ سے نہیں ہوتی۔ اگر تم ان کو اپنی مجلس میں بیٹھنے ہی نہ دو گے تو پھر اصلاح کس طرح ہو گی۔

بزرگوں کو اہل غرض کی تمام جائز باتوں کے لئے دعا کرنی چاہئے اور ایسا میٹھا بولنا چاہئے کہ انہیں محسوس ہو کہ کسی نے زخم دل پر مرہم رکھ دیا ہے۔ غیر مذاہب کے لوگ بھی بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں' ان کے ساتھ اس قدر حسن خلق اور محبت سے پیش آنا چاہئے کہ وہ اسلامی اخلاق اور تعلیم قرآن کی عقیدت و محبت دلوں میں لے کر واپس جائیں ۔(تعمیر ملت سے اقتباس)

مس آمنہ (امریکہ)

ڈاکٹر عبدالغنی

یہ بات مجھ سے کئی لوگوں نے پوچھی ہے اور میں کئی بار جواب دے چکی ہوں اس کے باوجود میں سمجھتی ہوں کہ مجھے اس سوال کا جواب بڑے اطمینان دے دینا چاہئے میرے گھریلو حالات' امریکہ میں حبشیوں کی مجموعی حالت سے زیادہ میری معذوری اور اپاہج پن نے مجھے اسلام کی طرف راغب کیا اس کی تفصیل بھی سن لیں ایک اخبار میں کام کرنے کی وجہ سے میں ہر روز میلکم ایکس اور مسلمان ہونے والے حبشیوں کی اصلاحی تحریک کے بارے میں پڑھتی تھی چونکہ پولیو کی وجہ سے میں معذور اور اپاہج ہو چکی تھی اور سوائے مطالعہ کے اور میرا کوئی مشغلہ نہ تھا اس لئے مجھ پر غور فکر کے عادت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی جب میں پڑھتی کہ میلکم ایکس اور اس کے رضا کار ساتھی لوگوں سے منشیات کی عادت چھڑانے میں کامیاب ہو رہے ہیں تو مجھے بڑی حیرت ہوتی میں سمجھتی یہ صرف ایک خبر ہے جس میں صداقت نہیں ہے لیکن پھر میں سوچتی کہ یہ خبر کس طرح جھوٹی ہو سکتی ہے اور کس حد تک سچی ہو سکتی ہے؟

میرے پاس میرے اپنے اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ مگر اس زمانے میں میں نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے اسلام کے بارے میں کچھ پڑھنا چاہئے میں نے کچھ کتابیں حاصل کیں اور پڑھنے لگی اسلام کے بارے میں مجھے ان کتابوں نے خاصا متاثر کیا جب میں نے یہ کتابیں پڑھ لیں تو میرے دل میں قرآن پڑھنے کا خیال پیدا ہوا اور میں نے انگریزی میں ترجمہ قرآن کا ایک نسخہ حاصل کر لیا قرآن پاک کے اس ترجمے نے مجھے عجیب طرح کا روحانی سرور بخشا جسے میں بیان نہیں کر سکتی۔ آج میں سمجھتی ہوں کہ اگر کوئی شخص دلچسپی' انہماک اور لگن سے قرآن پاک کا مطالعہ کرے تو وہ اس مقدس کتاب کی حقانیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

قرآن پاک کے مطالعہ نے مجھے کئی دن بے چین رکھا' میرے دل میں ایک عجیب طرح کا جذباتی مدوجزر پیدا ہو گیا تھا جی چاہتا کہ اب میلکم ایکس سے ملوں مگر وہ اس شہر سے بہت دور

تھے میں نے اخبار کے ذریعے یہ پتہ چلایا کہ یہاں ہمارے شہر میں کونسا ایسا شخص ہے جو مسلمانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس کا پتہ مجھے جلد ہی مل گیا میں نے اس شخص محمد یوسف کو فون کیا اور اس سے ملاقات کے لئے وقت مانگا دوسری طرف مجھے بڑی ہمدرد اور نرم آواز سنائی دی۔ محمد یوسف نے مجھے کہا کہ میں جس وقت چاہوں اسے مل سکتی ہوں میں نے انہیں بتایا کہ میں کل دوپہران سے ملوں گی وقت طے ہو جانے کے بعد میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

جب میں اگلے دن محمد یوسف سے ملنے گئی تو وہ مجھے دیکھ کر کچھ پریشان ہو گیا میں نے ان کی پریشانی کے سبب کو بھانپ لیا وہ کسی صحت منداور توانا لڑکی سے ملنے کی توقع رکھتے تھے جب کہ انہیں وہیل چیر میں بیٹھی، حرکت سے معذور مجھ جیسی لڑکی دکھائی دی تو وہ کچھ پریشان ہو گئے مگر میری مسکراہٹ اور خوش دلی نے ان کی پریشانی کو جلد ہی ختم کر دیا۔

محمد یوسف میری ہی طرح تھے حبشی۔ کبھی ان کا نام جانی بلیگڈن تھا اب وہ محمد یوسف جیسے خوبصورت نام کے مالک تھے وہ مسلمانوں کے سربراہ یا امام تھے وہی مسجد میں نماز پڑھاتے اور وہی قرآنی تعلیمات کا درس دیتے تھے وہ ہمدردی بھرے لہجے میں مجھ سے میرے بارے میں گفتگو کرتے رہے باتوں باتوں میں بڑے غیر محسوس انداز میں بھرے لہجے میں مجھ سے میرے اور میرے کنبے کے بارے میں سب معلومات حاصل کر لیں میں نے ان سے پوچھا کہ وہ مسلمان کیوں ہوئے تھے؟

محمد یوسف مسکرا دیئے پھر انہوں نے دھیمے سے بڑے میٹھے لہجے میں جواب دیا میں اس لئے مسلمان ہوا کہ خدا تعالیٰ کی یہ مرضی تھی کہ وہ مجھے سیدھا راستہ دکھائے ان کا وہ جواب میں آج تک نہیں بھولی ہوں اور زندگی بھر نہ بھول سکوں گی کیونکہ میں بھی یہی سمجھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ جس انسان کو راہ راست پر لانا چاہتا ہے اس کے دل میں اسلام کے لئے محبت پیدا کر دیتا ہے۔

محمد یوسف نے مجھے بتایا کہ وہ بھی حبشیوں کے غریب اور نادار علاقے میں پیدا ہوئے تھے انہوں نے بچپن غربت اور افلاس میں گزارا بڑے ہوئے تو وہ ایک ایسے ہوٹل میں ملازم ہو گئے جہاں انہیں برتن مانجنے کے لئے رکھا گیا تھا مگر ان سے ضروری کام اور بھی لیا جاتا۔ انہیں

کچھ پیکٹ دے دیئے جاتے کہ وہ انہیں کسی جگہ پہنچا آئیں اس کام کے عوض انہیں انعام میں ایک آدھ ڈالر مل جایا کرتا تھا ایک دن ان کے جی میں آیا کہ اس پیکٹ کو کھول کر دیکھنا چاہیئے جب انہوں نے کھول کر دیکھا تو اس میں سے انہیں حشیش ملی انہوں نے یہ حشیش مہنگے داموں بیچ دی اور ہوٹل واپس نہ گئے مگر ہوٹل کی انتظامیہ نے انہیں ڈھونڈ نکالا۔ پیکٹ مانگا اور جب پیکٹ نہ ملا تو ان کی خوب پٹائی کی وہ کئی دنوں بستر سے نہ اٹھ سکے۔ اس واقعہ کے بعد وہ گناہوں کی دنیا میں پہنچ گئے تیس برس کی عمر تک انہوں نے ہر برا کام کیا وہ عورتوں کی دلالی کرتے' قحبہ خانوں کی نگرانی کا فرض انجام دیتے' ہیروئن اور دوسری منشیات کا خفیہ دھندہ کرتے خود بھی منشیات کے عادی ہو گئے انہیں کئی بار سزا ہو چکی تھی مگر وہ سزا کے خوف سے بے نیاز ہو چکے تھے ایک بار جب وہ جیل میں تھے تو کچھ لوگ ان سے ملنے آئے یہ رضا کار مسلمان تھے جو قیدیوں میں اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے ان کی تبلیغ سے محمد یوسف بے حد متاثر ہوئے اور ان کا جی چاہنے لگا کہ وہ باعزت اور بے فکر زندگی بسر کریں جب وہ جیل سے رہا ہوئے تو خاصے بدل چکے تھے مگر انہیں زندہ رہنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا تھا وہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے اس لئے انہوں نے یہی سوچا کہ اب پھر انہیں جرم کی زندگی بسر کر کے ہی اپنا پیٹ پالنا پڑے گا۔ وہی رضا کار جنہوں نے جیل میں ان کے خیالات کو تبدیل کرنے کی کوشش کی تھی وہ ان سے ملے انہوں نے ان کے لئے روزگار کا بندوبست کیا کچھ نقد رقم دی تاکہ جب تک انہیں تنخواہ نہیں ملتی وہ اس رقم سے گزر اوقات کریں وہ انہیں اپنے ساتھ رکھتے یوں محمد یوسف جو کبھی جانی بلیگڈن تھے مسلمان ہو گئے۔

اسلام کے ساتھ ان کی شگفتگی کا یہ عالم تھا کہ ایک برس میں انہوں نے کلام مجید عربی میں پڑھ لیا اس راہ میں انہیں بہت سی دقتیں اور پریشانیاں پیش آئیں مگر وہ کسی پریشانی سے نہ گھبرائے قرآن مجید کی تعلیم کے بعد انہیں اس علاقے میں مسلمانوں کا امام مقرر کر دیا گیا امام بننے کے بعد انہوں نے اپنی تگ و دو سے زمین کے لئے چندہ جمع کیا اور وہاں ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرا دی اس مسجد کی تعمیر میں خود انہوں نے اور دوسرے مسلمانوں نے حصہ لیا تھا وہ خود مزدوری کرتے اور اس کا معاوضہ نہ لیتے تھے۔

میں محمد یوسف کی زندگی اور ان کی باتوں سے بے حد متاثر ہوئی اور ان سے کہا کہ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں محمد یوسف نے پہلی بار مجھے بھرپور نظروں سے دیکھا اور بولے ۔۔۔۔۔ خدا مبارک کرے مگر مسلمان ہونا بہت مشکل کام ہے

"میں ہر مشکل پر قابو پالوں گی"

"الحمد للہ" ۔۔۔ انہوں نے کہا ۔۔۔ کیا تمہیں کلمہ اور نماز آتی ہے؟"

میں نے نفی میں سر ہلایا تو انہوں نے ایک چھوٹی سی کتاب مجھے دی اس میں رومن حروف میں کلمہ اور نماز لکھی ہوئی تھی کہنے لگے اسے یاد کرلو اور اگر ہوسکے تو سہ پہر کو تھوڑی دیر کے لئے میرے پاس آجایا کرو۔ میں نے چند دنوں میں نہ صرف کلمہ اور نماز ازبر کرلی بلکہ ان کے معنی بھی سمجھ لئے اس دوران میں محمد یوسف سے بھی ملتی رہی اور ان سے دین اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی۔

جمعہ کا دن تھا مسجد میں تمام مسلمانوں کے سامنے میں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگئی میرا نام آمنہ رکھ دیا گیا۔ مسلمان ہونے کے بعد میں نے پہلا کام یہ کیا کہ کھانے کے ساتھ تھوڑی بہت جو شراب پینے کی عادت تھی اسے ترک کردیا میں سگریٹ بھی پی لیا کرتی تھی یہ بھی چھوڑ دیئے عورتوں جیسا لباس سلنے کے لئے دے دیا میں سمجھتی تھی کہ جب میں مسلمان عورتوں کی طرح لمبے چوغے میں اپنا جسم چھپاؤں گی اور سر کو بھی ڈھانپوں گی تو وہیل چیر میں بیٹھی ہوئی کافی مضحکہ خیز دکھائی دوں گی میں نے ہر طنز اور مذاق کا سامنا کرنے کا فیصلہ کرلیا جب میں پہلی بار مسلمان عورتوں کا لباس پہن کر گھر سے نکلنے لگی تو میری ماں نے مجھے حیرت سے دیکھا۔

"ستھیا! یہ کیا پہن رکھا ہے تم نے؟"

اس کے چہرے پر طنز تھا والد نے بھی جو رات بھر شراب پینے کے بعد اب کرسی پر بیٹھے اونگھ رہے تھے اپنی سرخ آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور قہقہہ لگایا۔

"ممی" میں نے کہا یاد رکھیے میرا نام آمنہ ہے ستھیا نہیں"

"آ ۔۔۔ منہ ۔۔۔۔ کیا نام ہوا یہ بھلا" لڑکی تیرا دماغ تو نہیں چل گیا؟"

میں نے اپنی والدہ کو سمجھانے کی کوشش کی کہ میں انہیں بتا چکی ہوں اور اب میں

مسلمانوں کی طرح باقاعدہ زندگی کا آغاز کر رہی ہوں۔ "تمہاری جگہ جہنم میں ہے تم نے ----" اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی میں نے ان کی بات کو کاٹ کر کہا "ممی آپ کو میرے معاملات میں دخل دینے کی ضرورت نہیں اگر کوئی بات کرنی ہے تو جب میں دفتر سے آؤں گی تو کر لینا اس وقت مجھے دیر ہو رہی ہے" میں وہیل چیز کو دھکیلتی ہوئی باہر نکل گئی حبشیوں کی اس گندی بستی میں جس کسی نے مجھے اس لباس میں دیکھا وہ پہلے تو حیران ہوا پھر مذاق اڑانے لگا مگر میں نے کسی کی ایک نہ سنی اور اپنی راہ چلتی رہی۔ جب میں اپنے اخبار کے دفتر پہنچی تو وہاں بھی شدید رد عمل پیدا ہوا بہت سے لوگ میرے اردگرد جمع ہو گئے جب میں نے انہیں بتایا کہ میں مسلمان ہو گئی ہوں اور مسلمان عورتیں ایسا ہی لباس پہنتی ہیں تو بعض لوگوں نے خاموشی اختیار کی اور بعض لوگ بڑبڑاتے ہوئے چلے گئے۔ اتفاق سے اس روز تنخواہ کا دن تھا تنخواہ ملی تو میں نے اس کا ایک چوتھائی حصہ اپنے علاقے کی مسجد کے فنڈ میں جمع کرا دیا جب میں گھر لوٹی تو میری ماں میرا انتظار کر رہی تھی میرے والد بھی گھر میں موجود تھے میں اپنی تنخواہ کا نصف حصہ اپنی والدہ کو دے دیا کرتی تھی اس رقم سے میرے والد اپنے نشے کے لئے کچھ پیسے لے لیا کرتے تھے میں نے جب اپنی تنخواہ کی کچھ رقم اپنی ماں کو دی تو اس نے حیرت سے مجھے دیکھا اور پوچھا تم نے اس بار دس ڈالر کم دیئے ہیں۔

ہاں اب ہر ماں آپ کو اتنی ہی رقم ملے گی میں نے اپنی تنخواہ کا ایک چوتھائی حصہ مسجد میں دینے کا فیصلہ کر لیا ہے میری بات سنتے ہی وہ مجھے مسلمانوں اور مسجد کو کوسنے لگے میں نے کوئی جواب دینا مناسب نہ سمجھا اور کمرے میں چلی گئی میں بہت دیر تک اپنی والدہ کو بکتے جھکتے سنتی رہی بیچ بیچ میں میرے والد کی آواز بھی سنائی دیتی تھی۔ "اب ستھیا ہمارے ہاتھ سے نکل گئی مسلمانوں نے اس کا دماغ خراب کر دیا ہے ہم نے تو کبھی گرجے کا چندہ نہیں دیا یہ تنخواہ کا ایک چوتھائی مسجد کو دینے لگی ہے" میرے والد اور والدہ کے نزدیک مسلمان لٹیروں سے کم نہ تھے جو ان کی بیٹی کی کمائی لوٹ کر لے گئے تھے آہستہ آہستہ میں نے اپنی زندگی اسلام کے قوانین و ضوابط کے مطابق ڈھال لی وہ لوگ جو پہلے مجھ پر انگلیاں اٹھاتے تھے مجھ سے لاپروا ہو گئے میرے اور اسلام کے خلاف زہر اگلنے والی زبانیں بھی بند ہو گئیں اور پھر کرسمس کا تہوار آ

گیا۔ ہم خواہ کتنے ہی غریب اور بد حال کیوں نہ ہوں کرسمس کو ٹھاٹھ باٹھ سے منانے کا اہتمام کرتے ہیں کرسمس کے روز شراب پانی کی طرح بہائی جاتی ہے جب میں نے مہمانوں کے ساتھ شراب کے جام کو چھونے سے ہی انکار کر دیا تو ہمارے گھر میں قیامت برپا ہو گئی والد تو صبح سے نشے میں دھت تھے والدہ بھی دو ایک بار مہمان کے ساتھ پی چکی تھی نشے کی حالت میں وہ مجھ پر برسنے لگی مہمان بھی نشے میں تھے وہ بھی جو ان کے منہ میں آیا بکنے لگے۔

ان سب کی حالت قابل رحم تھی میں نے سوچا کہ مجھے اس کمرے سے چلے جانا چاہیے مگر میں اپنی وہیل چیر کو دھکیل رہی تھی تو ایک مہمان لڑکا اور میرے والد میرے پیچھے لپکے اور وہیل چیر کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ "راستہ چھوڑ دیں" ۔۔۔۔ میں نے کہا ۔۔۔۔ "مجھے جانے دیں"

"یہ پی لو پھر چلی جانا" لڑکے نے میرے راستے سے ہٹے بغیر شراب کا جام میرے آگے کیا

"میں لعنت بھیجتی ہوں اس پر"

میرے منہ پر ایک زوردار طمانچہ لگا جو میرے والد نے مارا تھا میرا سر چکرا گیا آنکھوں میں آنسو آگئے مگر میرے والد اور اس لڑکے میں شیطان کی روح حلول کر گئی تھی وہ مجھے پیٹنے لگے انہوں نے مجھے روئی کی طرح دھنک دیا میں خاموشی سے یہ ظلم برداشت کرتی رہی وہ گالیاں بک رہے تھے نشے میں ان کے منہ سے جھاگ بہہ رہا تھا جب وہ تھک کر بیٹھ گئے تو میں کسی نہ کسی طرح اپنے کمرے میں پہنچ گئی اس رات میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں نے کیا کرنا ہے۔

میرا پہلا ردعمل یہ تھا کہ مجھے اپنے امام محمد یوسف کو ساری بپتا سنانی چاہیے اور پھر یہ گھر چھوڑ دینا چاہئے لیکن جوں جوں میرا غصہ اور جوش ٹھنڈا ہوتا گیا میری سوچ بدلتی گئی میں نے سوچا کہ مجھے اپنی پریشانیاں لے کر یوسف کے پاس نہیں جانا چاہئے ان کا حل ضرور تلاش کرنا چاہئے اور اپنے والدین کے ساتھ ہی رہنا چاہئے انکا مجھ پر حق ہے اور میرا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ میں ان کی زندگی بدلنے کی کوشش کروں چنانچہ اس روز میں نے ایک اہم فیصلہ کیا اور اگلے روز میں نے اپنے اس فیصلے سے امام مسجد محمد یوسف کو مطلع کر دیا۔

میں نے اخبار کی ملازمت چھوڑ دی اور رضاکار بن گئی مجھے معمولی سا گزارہ الاؤنس ملنے لگا جب میرے والدین کو میرے اس فیصلے کا علم ہوا تو بہت سٹپٹائے وہ یہ سوچ ہی نہ سکتے تھے کہ میں اچھی بھلی ملازمت چھوڑ دوں گی میں نے ان سے کہا کہ وہ فکر نہ کریں ان کو ان کا حصہ ملتا رہے گا میں اخباروں کے لئے دن میں لکھوں گی اور جو معاوضہ مجھے وہاں سے ملے گا وہ میں ان کو دے دیا کروں گی میری اس عملی زندگی کا آغاز اس وقت ہوا جب میں مسلمان رضا کار بن گئی۔

محمد یوسف نے مجھے بہت سی ہدایات دیں اور جس کام کے لئے مجھے چنا گیا تھا اس راہ کے خطرات سے آگاہ کیا گیا مجھے خود بھی اندازہ تھا کہ یہ راستہ پر خطر ہے مگر اسلام نے مجھے حوصلہ بخشا اس کی وجہ سے میں کسی خطرے کو خاطر میں نہ لا رہی تھی میں جیلوں میں جانے لگی وہاں میں قیدیوں سے ملتی ان کے سامنے اسلام کی عظمت بیان کرتی ان کو ان کی زندگی کے گھناؤنے پہلو دکھا کر ان کو بہتر زندگی بسر کرنے کا مشورہ دیتی کچھ قیدی وقت کاٹنے کے لئے میری باتوں کو توجہ سے سنتے کچھ میرا مذاق اڑاتے ان میں سے ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے میری جسمانی معذوری پر بھی قہقہے لگائے مگر میں مطلق ہراساں نہ ہوئی نہ میری ہمت نے جواب دیا۔

ان قیدیوں میں سے ایک حبشی قیدی اربنٹو بھی تھا اس نے میری باتوں سے خاصا اثر قبول کیا اور ایک دن کہنے لگا۔۔۔ ”تم بڑی باہمت لڑکی ہو اگر تم واقعی یہ چاہتی ہو کہ برائی کا خاتمہ ہو جائے تو برنارڈو کا خاتمہ کر دو؟

”برنارڈو کون ہے؟“ ۔۔۔۔ میں نے پوچھا۔

برنارڈو اس شہر میں ایک بڑی مافیا فیملی کا سربراہ ہے وہی شخص ہے جو اس شہر میں منشیات کا اجارہ دار ہے اگر وہ نہ ہو تو لوگوں کو منشیات نہ ملے اور نہ لوگ اس کے عادی ہی ہوں وہ بڑا خطرناک آدمی ہے ۔۔۔ آج میں جس حالت کو پہنچا ہوں اس کا ذمہ دار بھی برنارڈو ہے“

اس نے میرے کان میں مجھے برنارڈو کا پتہ بتا دیا جب میں جانے لگی تو اربنٹو کا لہجہ یکسر بدل گیا تھا ندامت کے ساتھ کہنے لگا ”مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے تم سے برناروڈ کا ذکر کیا تم اس سارے واقعے کو بھول جاؤ تم اندازہ نہیں کر سکتی ہو کہ برنارڈو کتنا خطرناک آدمی ہے“

"مگر میں اسکو ملنے کا فیصلہ کر چکی ہوں"..... میں نے عزم سے کہا تم اس سے مل کر کیا کرو گی اس نے پوچھا

"اس کو سیدھا راستہ دکھانے کی کوشش کروں گی"

وہ ہنسنے لگا اس کے قہقہے دور تک میرا پیچھا کرتے رہے۔

صبح کا وقت تھا جب میں وقت طے کئے بغیر برنارڈو کے عالیشان گھر کے اندر داخل ہوئی اس گھر کو دیکھ کر کوئی شخص اندازہ نہ کر سکتا تھا کہ اس گھر میں رہنے والا شخص کوئی بہت بڑا مجرم ہے۔

"تم کیا کہہ رہی ہو" ایک ملازم نے مجھے روک کر پوچھا وہ میرے لباس اور میری وہیل چیر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے مسٹر برنارڈو سے ملنا ہے" میں نے کہا

"تمہیں۔۔۔" اس نے قہقہہ لگا کر کہا مسٹر برنارڈو سے ملنا اتنا آسان نہیں

"آخر کیوں" میں نے کہا۔۔۔ "وہ بھی انسان ہے اور انسان انسانوں سے ملا جلا کرتے ہیں"

ہم دونوں میں تو تکرار ہونے لگی اسی وقت ایک ادھیڑ عمر کا مضبوط جثے والا آدمی ایک کمرے سے باہر نکلا اور غصے سے بولا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ شور کیوں مچا رکھا ہے؟ ملازم نے اس شخص کے سامنے سر جھکا کر کہا یہ لڑکی آپ سے ملنے پر اصرار کر رہی تھی"۔

"مجھ سے؟" اس نے پوچھا کیا کام ہے؟ "میں آپ سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتی ہوں" میں نے کہا۔ برنارڈو نے کچھ تعجب سے میری طرف دیکھا پھر ملازم کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا جب ملازم چلا گیا تو برنارڈو نے بڑی نخوت سے کہا۔۔۔ "میں اس طرح کسی سے ملاقات نہیں کرتا ہوں تم معذور ہو اس لئے رک گیا کہو میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

میں نے اس کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔۔۔ "مسٹر برناڈو کیا واقعی آپ اس معذور لڑکی کے کسی کام آنا چاہتے ہیں"

اس نے جواب دینے سے پہلے کچھ سوچا پھر مسکرا کر کہا ہاں کہو میں تمہاری کیا مدد کر سکتا

ہوں؟

میں نے پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں میں نے محسوس کیا کہ مسٹر برنارڈو کچھ بے چینی محسوس کر رہا ہے وہ میری نظروں سے نظریں چرا رہا تھا۔

برنارڈو اطالوی نژاد تھا دل کا کھلا اس کو زندگی میں شاید ہی مجھ جیسا کوئی انسان ملا ہو وہ میری ذات میں دلچسپی لینے لگا ایک دن کے بعد دوسرا دن۔۔۔ وہ مجھے ہر روز بلاتا مجھ سے باتیں کرتا پانچ منٹ کی گفتگو کا دائرہ پھیل کر گھنٹوں تک پہنچ گیا میں اس کے سامنے انسانوں کی بدحالی کا ذکر کرتی۔ منشیات کی تباہ کاریاں بیان کرتی اسلام کی حقانیت کا ذکر کرتی آہستہ آہستہ اس کے خیالات میں کچھ لچک پیدا ہونے لگی۔

"آمنہ" ۔۔۔۔ ایک دن اس نے مجھے کہا۔۔۔ "میں نہیں جانتا تم کون ہو؟ مسلمان کیا ہوتے ہیں؟ مگر میں ایک بات جان گیا ہوں کہ تم انسان کی نفسیات کو خوب سمجھتی ہو

"اسلام انسانوں کا مذہب ہے مکمل دین" میں نے جواب دیا اس لئے اسلام مسلمانوں کو انسانی نفسیات پر گہری نظر رکھنے کی تلقین کرتا ہے"

میں نے محسوس کیا کہ اب جب میں اس سے ملنے جاتی ہوں تو وہ کچھ بے چینی محسوس کرنے لگتا اس نے ایک دن مجھ سے کہا۔۔۔ "آمنہ واقعی انسان کی زندگی فانی ہے اور انسان کو دنیا میں اچھے کام کرنے چاہئیں دوسروں کا بھلا سوچنا چاہیے"

الحمدللہ..... میں نے جواب دیا...... "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ بات آپ کے ذہن میں سما گئی ہے"

چند دنوں بعد برنارڈو نے اپنا دھندا چھوڑ دیا وہ راہ راست پر آ گیا اس نے بلا ہچکچاہٹ قبول کر لیا کہ وہ مافیا کا کارکن ہے اس نے مافیا کے سربستہ رازوں کو کھول کر رکھ دیا آپ کو یاد ہو گا کہ صدر فورڈ کے عہد صدارت میں برنارڈو کے اس عمل سے امریکہ میں کتنا تہلکہ مچا تھا۔ برنارڈو نے اخبار نویسوں سے کہا تھا "ایک اپاہج اور چلنے پھرنے سے معذور لڑکی نے مجھے یہ طاقت پرواز بخشی ہے کہ میں نے برائی کی زنجیروں کو توڑ دیا ہے اور کھلی آزاد فضاؤں میں اڑنے کی ہمت اپنے اندر محسوس کر رہا ہوں"۔

اس روز میں بہت روئی تھی جب مجھے خبر ملی کہ برنارڈو کو جیل میں گولی ماردی گئی ہے اس کو مافیا کے آدمیوں نے قتل کر دیا تھا اس کا زندہ رہنا ان کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا وہ ایک ایسا انسان تھا جو راستی کی راہ پر چل نکلا تھا وہ زندہ رہتا تو بڑا مصلح ثابت ہو سکتا تھا۔

برنارڈو کے تائب ہونے کی وجہ سے مجھے پریس نے بڑی شہرت دی میری تقریریں شائع ہونے لگیں اخباروں اور رسالوں میں میرے انٹرویو شائع ہوئے ٹی وی اور ریڈیو پر مجھے بلایا گیا اور میری خدمات کو بے حد سراہا گیا۔

عالمی ہیوی ویٹ چیمپئن محمد علی مجھ سے ملنے آئے انہوں نے میری بڑی تعریف کی صدر فورڈ نے مجھے وائٹ ہاؤس میں بلایا اور میری تعریف کی اس شہرت اور عزت کے باوجود مجھ میں تکبر پیدا نہیں ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تکبر پسند نہیں ہے۔

اسلام نے میری زندگی میں جو انقلاب پیدا کیا میں ساری دنیا میں پھیلا دینا چاہتی ہوں اور اگر یہ میرے بس میں نہیں تو میرے دل میں یہ خواہش ضرور ہے کہ اسلام کی برکات اور فیوض سے امریکہ کے سیاہ فام ضرور فیض یاب ہوں۔

میرے والد شراب سے توبہ کر چکے ہیں وہ ہر نشہ چھوڑ چکے ہیں میری والدہ میری عزت کرتی ہیں اگرچہ انہوں نے اپنا مذہب نہیں چھوڑا مگر ان کی زندگی میں بڑی تبدیلی رونما ہو چکی ہے۔

پچھلے چند برسوں میں میری کوشش کی وجہ سے ساڑھے تین سو افراد نے منشیات سے توبہ کی ہے اور اکیس مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کیا ہے

میں ایک اپاہج عورت ہوں مگر میں اپنے آپ کو اپاہج نہیں سمجھتی کیونکہ میرا ایمان ہے کہ جو شخص مسلمان ہو جائے وہ کبھی اپاہج نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا اس کا سہارا بن جاتا ہے میری زندگی اسلام کے لئے وقف ہو چکی ہے میں اسلام ہی کے لئے کام کروں گی اور اسلام کی روح انسانوں میں پھونک دینا چاہتی ہوں۔

جب بھی کوئی انسان برائی کا راستہ ترک کر دیتا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ اسلام کی فتح ہوئی ہے۔ تو یہ ہے میری کہانی۔۔۔۔ ستھیا سے آمنہ بننے کی۔ (بحوالہ ہم کیوں مسلمان ہوئے)

اللہ کے رب العالمین ہونے کے اسرار

(ڈاکٹر ہلوک نور باقی)

وکاین من دابہ لا تحمل رزقھا اللہ یرزقھا وایاکم وھوالسمیع العلیم

ترجمہ! "کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ ان کو رزق دیتا ہے اور تمہارا رازق بھی وہی ہے وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے" (العنکبوت 29 آیت 60)

سورۃ العنکبوت جو اللہ کے نام "رب" کی خصوصیات بیان کرتی ہے۔ قرآن کی بہت مشکل سورتوں میں سے ہے۔ اس آیت میں جو خاص پیغام دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کس طرح قادر مطلق اپنی ان مخلوقات کی مدد کو پہنچتا ہے جو خود اپنے لئے خوراک یا ذرائع حیات حاصل نہیں کر سکتے۔ حال ہی میں ایسی بہت سی شہادتیں ملی ہیں جو اس آیت کی سچائی کو ثابت کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں تفصیلات میں جانے سے پہلے میں علم حیاتیات کے تناظر میں اللہ کے نام "رب" کی اہم خصوصیات کا خلاصہ پیش کرنا چاہوں گا۔

ہر کوئی جانتا ہے کہ روئے زمین پر لاکھوں کی تعداد میں پودوں کی قسمیں ہیں اور چرندوں کی اقسام تو دو لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ زندہ رہنے کے لئے یہ مخلوقات لاکھوں کروڑوں سالوں سے خوراک حاصل کرتی رہی ہیں اور بعض اوقات تو ایک مخلوق دوسری اصناف کو کھا کر زندہ رہتی رہی ہے۔ یہ موضوع جو بہت سے لوگوں کو عامیانہ جیسا لگے گا پر حالیہ سالوں میں گہری تحقیقات کی گئی ہیں اور جو نتائج حاصل کئے گئے ہیں وہ واقعی حیران کن ہیں۔

اللہ کے حتمی وجود کی سب سے زیادہ اہم شہادتوں میں سے ایک وہ نشانی ہے جو مخلوقات کے لئے خوراک کے سلسلے یا خوراک کی زنجیر بنانے سے متعلق ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مخلوقات ایک دوسرے کو کھاتی ہیں تو زمین پر اس قدر بڑی تعداد میں جاندار کس طرح زندہ اور موجود ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ طاقتور اور سب سے زیادہ اہل مخلوق دوسری

تمام مخلوق کو مار کر ختم کیوں نہیں کر دیتی؟ مگر کوئی جسمیہ یا مخلوق' چاہے وہ کتنی کمزور ہی کیوں نہ ہو اپنی نسل کو جاری رکھے ہوئے ہے اور بالکل غائب نہیں ہو جاتی۔ چند مثتثنیات مخصوص اور غیر معمولی حیاتیاتی حالات کا نتیجہ ہیں جن کا خوراک کی زنجیر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس سوال کے جواب دینے سے قبل میں آپ کو اس مطالعہ اور تحقیق کی طرف توجہ دلاؤں گا جو دیمک پر (جو ایک چیونٹی سے چھوٹا اس سے ملتا جلتا حشرہ ہے) حالیہ سالوں میں کی گئی ہے۔

دیمک' دوسرے حشرات کی طرح انڈے دے کر اپنی نسل بڑھاتی ہے۔ ایک دیمک عام طور پر ایک ہزار سے دو ہزار تک انڈے دیتی ہے۔ ان میں سے نصف تعداد ہی حیات کی کشمکش میں داخل ہوتی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ دیمک کی ایک قسم ایک وقت میں بیس لاکھ کی تعداد میں انڈے دیتی ہے۔ تحقیقات سے ثابتت ہوا کہ یہ انڈے بہت سے دوسرے حشرات کے لئے بے حد لذیذ اور مرغوب غذا ہوتے ہیں اور ہر ایک حشرہ کوشش کرتا ہے کہ وہ ان کو اپنی غذا بنا لے۔ اسی وجہ سے اللہ نے اس دیمک کو جو مخصوص اہلیت ودیعت کی ہے وہ انڈوں کی تعداد کا بہت زیادہ ہونا ہے۔ چنانچہ ان بیس لاکھ انڈوں سے پانچ چھ سو کی تعداد کسی نہ کسی طرح بچ جاتی ہے۔ اس طرح اس کی نسل چلتی رہتی ہے نوع اور نسلوں کے جاری رہنے کا یہ عمل اس حقیقت کے باوجود ہے کہ اللہ نے ایک مخلوق کو دوسری مخلوق کی خوراک بنا رکھا ہے۔ یہ چھوٹی مخلوق یعنی دیمک یہی ظاہر کرتی ہے۔

اللہ نے تمام مخلوقات پر اس قسم کے عددی توازن کو مقرر کر رکھا ہے کہ کوئی جاندار نسل بھی اس کی مقرر کردہ حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ علم حیاتیات کا یہ قانون اس وقت انسان کے علم میں نہیں آسکا تھا جب تک زراعت میں موجود کیڑے مکوڑوں پر کیمیاوی جنگ کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ ایسی کیمیاوی ادویات جیسے ڈی ڈی ٹی کے وسیع پیمانے پر استعمال سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کیڑے مکوڑوں کی نسلیں اس طرح قدرتی طور پر ایک ایسے توازن میں موجود ہیں

کہ ان میں سے ایک قسم کے کیڑوں کی تباہی کی وجہ سے ماحولیات کے توازن پر اس قسم کا اثر پڑا کہ ایک اور قسم کی نقصان دہ مکڑی بڑی تعداد میں پیدا ہو گئی ہے. جس سے پورا توازن ہی بگڑ گیا۔

لوح محفوظ کے ریکارڈ جن کا ذکر قرآن میں اللہ نے متعدد مواقع پر کیا ہے تمام مخلوقات کا ایسا اہم ریکارڈ ہے جیسے کہ ایک کمپیوٹر میں بڑی احتیاط اور دوستی سے درج (کوڈ) کیا گیا ہو۔ اس چیز کا پیشگی فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے کہ کون سی مخلوق کسی دوسری مخلوق کو کس تعداد میں اپنی خوراک بنائے گی۔ یہ حساب کتاب جو ذہن اور تصور کو بھی چکرا دے' اللہ کی اس خاصیت کی آئینہ دار ہے جس سے اس کا رب ہونا ظاہر ہے۔ تمام صحیح الذہن ماہرین حیاتیات کے لئے اس عجوبے کی وجہ سے اللہ کی حمد و ثناء لازم ہو جاتی ہے۔ اگر خدانخواستہ فطرت بے ہنگم اور جنگلی صفات والی ہوتی جیسا کہ کفر میں پھنسے ہوئے لوگ ابھی تک سمجھتے ہیں تو خوراک کا یہ اصول لاکھوں کروڑوں سال پہلے ہی ختم ہو چکا ہوتا۔ اور معدودے چند بچے جننے والی گوشت خور مخلوق ایک دوسرے کو کھا پی کر ہضم کر چکی ہوتی۔ اور زمین پر زندگی کے آثار وقت سے بہت پہلے معدوم ہو چکے ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں اللہ' غیراللہ کے ماننے والوں اور ملحدوں کو کثرت سے یاد دلاتا ہے کہ قرآن میں بتائی گئی رب کی خصوصیات کے کیا معنی ہوتے ہیں۔ زمین پر خوراک کی اس زنجیریا سلسلے کو ایمان کا نصاب سمجھا جاتا ہے۔ ان ملحد' حیاتیاتی سائنسدانوں کے لئے جو ابھی تک تاریک ماضی میں رہ رہے ہیں' یہ انتہائی بدقسمتی کی بات ہے۔

غور و فکر سے عاری کچھ لوگ خوراک کے سلسلے میں حشرات اور جسمیوں کے ایک دوسرے پر اس انحصار کو ایک المیہ تصور کرتے ہیں۔ مگر نامیاتی زندگی تنوع اور بہتات کا ایک اظہار ہے۔ تباہ ہو جانا اور ایک انجام کو پہنچنا' تنوع اور بہتات کا ایک ان منٹ اور غیر متغیر قانون ہے ایک سالمے سے دوسرے سالمے میں بدل جانا ایک خدائی آرٹ کی نشاندہی ہے۔

مٹی کی لیبارٹری میں ایک مردہ تتلی ایک نہ رکنے والے سلسلے کے ذریعے ایک نازک گلاب کی صورت میں نکل آتی ہے۔

جہاں تک اس آیت کے خاص پیغام کا تعلق ہے بہت سی مخلوقات کے ذریعہ حیات کی بہم رسانی کے لئے اس قسم کا خدائی نظام موجود ہے جس کے مطالعہ سے ہر کوئی سالوں سال تک ششدر اور حیران رہ سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک خاص قسم کا الو اپنی مخصوص جگہ پر بغیر حرکت کے بیٹھا رہتا ہے اور ایک ایسی مخصوص قسم کی برقناطیسی اشعاع خارج کرتا ہے' جس کے اثر سے ایک چڑیا اس کے بالکل سامنے آ کر بیٹھ جاتی ہے۔ اس طرح وہ الو اپنے شکار کو بغیر محنت کے پکڑ لیتا ہے۔ ایک خاص قسم کا ماہی خور پرندہ (پلیکان) کوئی مچھلی نہیں پکڑ سکتا جب تک وہ دلدل میں بالکل ساکت حالت میں مسلسل چھ گھنٹے تک اپنے شکار کا انتظار نہ کرے۔

مگر اس آیت میں دیا گیا پیغام ان عجوبوں سے بھی آگے تک پہنچتا ہے وہ مخلوقات جو ظاہرہ طور پر بطور خود زندہ نہیں رہ سکتیں اپنی خوراک کس طرح حاصل کرتی ہیں؟ حال کے چند سالوں میں اس سے متعلق وہ حیران کن دریافتیں کی گئی ہیں جو یہ ہیں۔

پہلی دریافت الاسکا میں حیاتی تحقیقات کے ایک گروپ نے کی ہے یہ ایک انتہائی شاندار فوٹو پر مشتمل ہے جس میں ایک چھوٹے سے کیڑے کو برف کے اندر پھنسا ہوا دکھایا گیا ہے مگر اس کے منہ میں سبز پتے کا ایک ٹکڑا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے اس آیت کی زندہ مثال دکھادی ہے کہ ایک کیڑے کو خوراک بہم پہنچانے کے لئے کس طرح اتنی گہری برف میں بھی نباتات کا انتظام کیا گیا ہے۔

ہماری دوسری مثال بھی حیاتیاتی سائنس کے علم میں انقلاب برپا کرنے کے لئے کافی ہے۔

مستعد اور چلتے ہوئے آتش فشانوں سے بہنے والے لاوے کے ذریعے' لاوے کے غار بن جاتے ہیں۔ چونکہ غاریں اس گرم لاوے سے وجود میں آتی ہیں جس کا درجہ حرارت 200

سے 3000 سینٹی گریڈ ہوتا ہے' ان غاروں میں نئی زندگی کی تخلیق کے ممکنات پر تحقیق کرنے والی ایک ٹیم نے ایک غار میں سانپ سے ملتی جلتی ایک مخلوق کا سراغ لگایا۔ پہلے تو انہیں خیال آیا کہ یہ باہر کی عام دنیا کا ایک سانپ ہے۔ مگر یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گئے کہ اس مخلوق کا سانپ کی نسل سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ بلکہ وہ ایک دیو ہیکل کیڑا تھا جو ڈیڑھ دو میٹر لمبا تھا۔ مگر حقیقی حیرانگی اس وقت ہوئی جب اس کا معائنہ لیبارٹری میں کیا گیا۔ اس لئے کہ یہ بے حد بڑا کیڑا' کسی اور کیڑے کی طرح کا نہیں تھا۔ اس میں نہ تو کوئی نظام ہضم تھا اور نہ ہی کوئی نظام تنفس تھا۔ اس مخلوق میں جو ایک چیز تھی وہ اس کا دل تھا۔ یہ کس طرح زندہ رہتا ہو گا؟ کیسے کھاتا ہو گا؟ اور کس طرح سانس لیتا ہو گا؟

اس مخلوق کی جلد پر تحقیق نے یہ معمہ حل کر دیا۔ اس کی جلد پر رہنے والے خوردبینی جراثیم اسے خوراک مہیا کرتے تھے اور انہی کے ذریعے یہ مخلوق آکسیجن حاصل کرتی تھی۔ اس طرح ایک دفعہ پھر اللہ نے اس آیت مبارکہ میں بیان کردہ اسرار کو حیاتیاتی لیبارٹری میں ظاہر کر دیا۔

اس دو میٹر لمبے کیڑے کی دریافت نے نظریہ ارتقاء کے حامیوں کے غلط استدال کو بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جھوٹا ثابت کر دیا ہے اس لئے کہ یہ کیڑا نہ تو اکیلے خلئے والے امیبا سے ارتقاء پذیر ہوا اور نہ ہی کسی اور جاندار سے اس لئے کہ یہ اس غار میں پیدا ہوا جسے آتش فشاں کی بے پناہ گرم آگ سے جلا کر بھسم کر دیا تھا۔ یہ ایک انتہا قسم کا عجوبہ تھا' جو اللہ کے بطور رب اور رازق والی صفات کو بیان کرتا ہے۔

انسان کو سائنس کا علم اس لئے دیا گیا کہ وہ اللہ کی کاریگری کا ادراک حاصل کرے۔ اس کے برخلاف جو بھی سوچ ہے وہ انسان کی خود فریبی اور سراب ہی ہے اور اس کا نظریہ ارتقاء کی طرح معدوم ہو جانا لازمی امر ہے۔

قوم کے عروج و زوال میں کردار کی اہمیت

مولانا امین احسن اصلاحی

قوموں کے عروج و زوال کی بحث میں جو فلسفہ عام طور پر پیش کیا جاتا ہے وہ وہی ہے جو نزول قرآن کے زمانہ میں قریش پیش کیا کرتے تھے یعنی یہ کہ قومیں ایک درخت کی مانند ہیں۔ درخت اگتا ہے، تناور ہوتا ہے، اپنی صلاحیت کے مطابق پھل پھول لاتا ہے، عمر طبعی گزار کر کہنہ ہو جاتا ہے۔ اس کی جڑیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں اور ہوا کا کوئی تیز جھونکا ایک دن اسے گرا دیتا ہے۔ قرآن مجید نے اپنا فلسفہ تاریخ بالکل مختلف بنیاد پر پیش کیا ہے اور وہ اس میں اکیلا ہے۔ اس کا دعویٰ یہ ہے کہ قوموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ درختوں کا سا نہیں۔ ان کے ساتھ معاملہ ایمانیات و عقائد اور اخلاق و کردار کی اصلاح یا ان کے فساد کے مطابق ہوتا ہے۔ ایک قوم اگر اپنے قومی و اجتماعی کردار کو پورے طریقہ سے مشہود اور مبرہن کرتی ہے تو وہ پروان چڑھتی ہے اس کے بعد اس کے کردار میں زوال شروع ہو جاتا ہے تو وہ بتدریج زوال پذیر ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ایک دن خدا کے قانون کے تحت فنا کر دی جاتی ہے۔

قرآن مجید نے اپنے فلسفہ کو ثابت کرنے کے لئے ان قوموں کی تاریخ کا حوالہ دیا ہے جو اہل عرب کے علم میں تھیں اور ان کی طرف رسول مبعوث ہوئے تھے مثلاً" قوم نوح، عاد، ثمود، اہل مدین، قوم لوط وغیرہ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ قومیں اس اصول سے مستثنیٰ ہیں جن کی طرف رسول مبعوث نہیں ہوئے۔ ان قوموں کے عروج و زوال کا قانون بھی یہی ہے البتہ اس حقیقت کو واضح کرنے والے افراد ان میں نہیں ہوتے چنانچہ جب ایک قوم زوال پذیر ہوتی ہے تو اس کے مورخین زوال کے اسباب متعین کرنے میں قومی تعصب سے کام لیتے ہیں یا فوری اور وقتی اسباب کو اصل مان کر بنیادی اخلاقی اسباب سے صرف نظر کر لیتے ہیں۔ اسی طرح مخالف قوم کی فوقیت کا اعتراف کرنے میں بخل سے کام لیا جاتا ہے اور اپنی قوم کی کمزوری پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے

شیخ سعدیؒ نے سقوط بغداد کا نہایت شاندار مرثیہ کہا ہے کہ

آسماں را حق بود گر خون بیارو بر زمیں
بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین

لیکن کیا ہم نے اس حقیقت کو جاننے کی کوشش بھی کی کہ مستعصم کی حکومت میں کیا کیا کمزوریاں گھس آئی تھیں اور زندگی کے مختلف دوائر میں مسلمانوں نے اپنے اجتماعی و قومی فرائض سے کس طرح آنکھیں بند کرلی تھیں۔ ہم اندلس میں مسلمانوں کے زوال پر آنسو بہاتے رہے لیکن زوال سے قبل وہاں کے حکمرانوں کا انداز حکمران کیسا تھا اور قوم اپنے ملی مقاصد سے کس قدر منحرف ہوچکی تھی اس کا تجزیہ کرکے ہم نے بروقت اس خطرے کا سدباب نہ کیا۔ ہندوستان میں ہم انگریزوں کو کوستے رہے کہ انہوں نے صدیوں سے قائم حکومت دہلی کو ختم کرکے ملک کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ لیا لیکن ہم نے یہ نہیں سوچا کہ سلطنت مغلیہ کے آخری تاجداروں کے روزمرہ کے مشاغل کیا تھے۔ ان کے شب و روز ملت کی کس خدمت میں بسر ہوتے تھے' ان کے رات رات بھر کے مشاعروں کا موضوع کیا ہوتا تھا اور کیا انہوں نے اسی جذبہ جہاد اور نظم و ضبط کے ساتھ انگریزوں کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی جس کی نمود ہمیں اورنگزیب عالمگیر کے ہاں ملتی ہے۔ خود انگریزوں کو دیکھئے نصف صدی پیشتر یہ ساری دنیا پر اس طرح چھائے ہوئے تھے کہ کوئی شخص تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ ان کا اقتدار کبھی دنیا سے ختم ہوجائے گا لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ وہ سمٹتے سمٹتے اب جزائر برطانیہ میں بند ہو کر رہ گئے ہیں اور قوموں کے اندر ان کا مقام اب تیسرے درجے کی اقوام کا ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ انگریزوں میں اب وہ کردار مفقود ہے جو صدی ڈیڑھ صدی پہلے ان میں نظر آتا تھا۔ اگر قوموں کے زوال کے اسباب کا تعین کرنے میں جانبداری اور بے جا تعصب سے کام نہ لیا جائے تو تاریخ کے انقلابات یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ قومی کردار کا زوال قوموں کی تباہی کا موجب ہوتا ہے اور قومی کردار کا استحکام ان کے عروج کا ضامن ہوتا ہے۔

کردار اصل میں آدمی کے ایمان' عقائد اور نظریات سے بنتا ہے اور ان کا لازمی تقاضا ہوتا ہے یہ ممکن نہیں کہ آپ کچھ زندہ عقائد و نظریات رکھتے ہوں وہ آپ کے باطن سے ابھرے ہوں' آپ کو ان کا شعور بھی ہو اور پھر ان کا اثر آپ کے کردار پر نمایاں نہ ہو۔ اسلام کے حوالہ سے اسی بات کو یوں بھی کہا جاتا ہے کہ ایمان اور اسلام منفک نہیں ہوسکتے۔ ایمان آدمی کے عقائد و نظریات کو

ظاہر کرتا ہے اور اسلام ان عقائد و نظریات کے عملی اظہار کا نام ہے اگر ایمان کا دعویٰ موجود ہے اور اسلام نہیں پایا جاتا تو یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ ایسے لوگ زبان کے غازی اور دودھ کے مجنوں ہوتے ہیں۔ صحیح کردار وہ ہے جس میں دونوں چیزیں ساتھ ساتھ پائی جائیں۔ پس قوموں کا جو کردار بنتا ہے وہ حقیقت میں ان کے باطن کا مظہر اور عکس ہوتا ہے۔

دوسری چیز جو یاد رکھنے کی ہے یہ ہے کہ کردار جس طرح انفرادی زندگی سے تعلق رکھتا ہے اسی طرح اجتماعی زندگی سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ قوم کی سربلندی کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ کا کردار نہ صرف آپ کی انفرادی زندگی میں مسجد میں' مکتب میں' گھر میں' معاشرت میں' سیاست میں' معاش میں' معیشت میں حکومت میں' اقتدار میں' ہر جگہ نمایاں ہو۔ اگر اجتماعی معاملات میں قوم کا کوئی فرد خود غرض اور لٹیرا ہے وہ ہر جگہ ہر حالت میں اپنا مطلب نکالنا چاہتا ہے ہر قیمت پر اقتدار حاصل کرنے کا متمنی ہے تو ایسا شخص ذاتی لحاظ سے کتنا بھی نیک اور فرشتہ سیرت ہو قومی کردار سے عاری ہوتا ہے ایسے افراد سے بننے والی قوم خدا کے قانون کے مطابق ترقی نہیں کر سکتی بلکہ اس کا زندہ رہنا بھی محال ہے۔

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

قومی زندگی کے لئے ضروری ہے کہ قومی کردار بھی اسی طرح مضبوط ہو جس طرح انفرادی کردار۔ اس وقت ہمارا قومی المیہ یہ ہے کہ ہم اگر انفرادی کردار رکھتے بھی ہوں تو قومی کردار سے بالکل عاری ہوتے جا رہے ہیں۔

ہمارے ہاں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اسلام کے اصولوں کی روشنی میں انفرادی کردار کے ساتھ ساتھ اجتماعی کردار کی آبیاری بھی کریں ہماری تعلیم میں اجتماعیت کے تقاضے بتائے جائیں دوسروں کے لئے ایثار و قربانی کا درس ملے۔ ملک و ملت کے معاملات میں محنت' نظم و ضبط' فدا کاری' فرض شناسی اور قانون کی بالا دستی کو اپنایا جائے۔ اگر ہم یہ شعور پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو ہماری قوم ترقی کر سکتی ہے اور ایک مضبوط حیثیت کی حامل بن سکتی ہے۔

(بحوالہ روزنامہ جنگ)

احسن الخالقین

(خواجہ شمس الدین عظیمی)

ہم جب اللہ تعالیٰ کی کائنات میں تفکر کرتے ہیں تو ہمیں کائنات کی بنیادی اور بڑی حقیقت اور سب سے بڑا شاہکار' آدم نظر آتا ہے۔ آدم گو کہ اپنے جسم اور وجود کے اعتبار سے بہت بڑا نہیں ہے مگر اس کی ساخت پر غور کیا جائے تو نظر آتا ہے کہ یہ ایک ایسی مشین ہے جس کا ہر کل پرزہ اور حرکت کا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا وقفہ ایک سائنس ہے۔ اللہ کا شاہکار انسان عجیب و غریب اور وسیع و عریض کائنات کے جوہر اس انسان کی مشینری کے کل پرزوں اور ان کل پرزوں کو حرکت دینے والی توانائی اور توانائی کو متحرک کرنے والی لائف اسٹریم پر غور کرتے ہیں تو ہمارے سامنے عجائبات کا ایک عالم آجاتا ہے۔

چند انسانوں نے جب اس دماغ اور عقل و شعور سے کام لیا تو ایسے ایسے عجائبات سامنے آئے کہ جن کو دیکھ کر پڑھ کر اور سمجھ کر آدم زاد کو اپنی حقیقت کا سراغ مل جاتا ہے کائنات کے جوہر انسان نے اپنے اندر فٹ آٹومیٹک مشین یا کمپیوٹر سے کام لیا اور خود کو دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی تو نئے نئے علوم اور نئے نئے فلسفے وجود میں آتے رہے۔ ان ہی علوم میں ایک علم' جسمانی ساخت "علم الابدان" ہے۔

اس علم کو پڑھنے سے پورا تو نہیں مگر کسی قدر اللہ کی عظمت و جبروت اور قدرت کا انکشاف ہوتا ہے بتایا جاتا ہے کہ مرد کے مادہ تولید کے ایک مکعب سینٹی میٹر میں ڈھائی کروڑ حیوانات منویہ ہوتے ہیں اور عام حالات میں ایک اخراج میں کئی مکعب سینٹی میٹر مادہ خارج ہوتا ہے۔ ماہرین کے اندازے کے مطابق اس مادہ میں پچاس کروڑ زندگیاں موجود ہوتی ہیں ان کے آدھے ارب جرثوموں میں ہر ایک جرثومہ اپنے اندر ایک جیتا جاگتا اور متحرک انسان بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ایک اوسط قد و قامت انسانی جسم جن چھوٹے چھوٹے خلیات سے بنتا ہے' ان کی تعداد ایک کروڑ ارب ہے۔ یہ خلیات روزانہ بنتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں اور پھر ان کی جگہ دوسرے نئے خلیات لے لیتے ہیں ہر سیکنڈ میں خون کے دس لاکھ سرخ

خلیات ختم ہو جاتے ہیں۔ ان خلیوں میں اپنا ایک پورا نظام حیات ہے۔ جسے اللہ کے تخلیق کردہ سائنسدان انسان نے پچھلے پچیّس سال میں ڈھونڈ نکالا ہے۔ اور جس کے نتیجے میں جینیات کی ایک پوری سائنس سامنے آگئی ہے۔ یہی جین بچے میں منتقل ہوتے ہیں تو وہ کالا یا گورا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ دادا' نانا' پرنانا اور ماں باپ کے انہی جین کی وجہ سے بچے کی آنکھیں نیلی' بھوری یا سیاہ ہوتی ہیں اور یہی وہ جین ہیں جن کی وجہ سے بچے کے بال کالے بھورے یا سنہری ہوتے ہیں۔

انسانی جسم کے جملہ عجائبات کا بیان تو ناممکن ہے۔ آیئے چند حقائق پر نظر ڈالیں۔

انسانی دماغ میں پچیّس ارب سے زیادہ نیوٹرون ہوتے ہیں۔ ایک آدمی کی اوسط زندگی میں دل' تین لاکھ ٹن خون پمپ کرتا ہے اور خون کو دوڑانے کے لئے دل اپنی بجلی بھی خود پیدا کرتا ہے۔ اگر ایک آدمی ستر سال زندہ رہے تو اس کا دل چار کھرب دفعہ دھڑکتا ہے۔ ایک آدمی کی اوسط زندگی میں پھیپھڑے پچاس کروڑ مرتبہ پھولتے اور سکڑتے ہیں۔ انسانی آنکھ میں ایک کھرب سے زیادہ روشنی قبول کرنے والے ریشے ہوتے ہیں۔ انسانی بدن میں اگر خون کی شریانوں کو ناپا جائے تو ان کی لمبائی ساٹھ ہزار سے ایک لاکھ میل لمبی ریلوے لائن کے برابر ہوتی ہے۔

انسانی جسم کے اندر جتنے بڑے پرزے فٹ ہیں وہ سب خود کار جنریٹر ہیں اور ہر جنریٹر اپنا نظام چلانے کے لئے خود کفیل ہے۔ یہ کیسی حیران کن اور عجیب بات ہے کہ ایک بچہ بچپن سے نکل کر لڑکپن اور جوانی کی حدود کو پھلانگتا ہوا بڑھاپے میں داخل ہو جاتا ہے لیکن اس کے اندر نصب شدہ مشینری بغیر کسی تار یا برقی نظام کے چلتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"انسان میری بہترین تخلیق ہے مگر وہ اسفل سافلین میں پڑا ہوا ہے" (قرآن)

علامہ اقبالؒ کا تصور مرد مومن

(ریاض احمد قادری)

شاعر مشرق حضرت علامہ محمد اقبالؒ اسی وجہ سے بڑے اور عظیم شاعر ہیں کہ انہوں نے بہت سے نظریہ ہائے حیات اور تصورات دیئے جن میں امت مسلمہ کی فلاح، بہبود اور نجات مضمر تھی۔ ان کا سب سے بڑا نظریہ "تصور خودی" ہے۔ ان کے دیگر فلسفوں میں تصور شاہین، تصور مرد مومن، نظریہ وطنیت و قومیت، نظریہ ملت، نظریہ عقل و عشق، تصور حیات و ممات، مسئلہ جبر و قدر، تصور ابلیس اور تصور تصوف وغیرہ شامل ہیں۔ اگر ان سب نظریات کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب نظریئے اور تصورات اقبالؒ کے نظریہ خودی ہی کی تائید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اسی ایک بنیادی اور مرکزی فلسفہ خودی ہی کی تشریح و توضیح معلوم ہوتے ہیں۔

اقبالؒ نے جب برصغیر پاک و ہند کے فرزندان توحید کی ابتر حالت دیکھی انہیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا پایا تو ان کے لئے وہ فلسفہ حیات پیش کیا جس میں ان کی نجات پوشیدہ تھی۔ نظریہ خودی اسی فلسفہ حیات کا باب اول ہے۔ تصور مرد مومن پیش کرنے کا مقصد بھی امت مسلمہ میں بلند ہمتی، عالی نظری اور عالی حوصلگی پیدا کرنا تھا۔

علامہ اقبالؒ نے مرد مومن یا انسان کامل کے لئے جو مختلف اصطلاحات استعمال کیں ان میں بندہ آفاقی، مرد حق، بندہ مومن، مرد خدا اور اس جیسے کئی الفاظ شامل ہیں۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں جا بجا اس مرد مومن کے فضائل اور خصائل بیان کئے ہیں لفظ "مسلمان" بھی مرد مومن ہی کے لئے استعمال کیا گیا ہے جب وہ کہتے ہیں۔

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے "مسلمان"

اقبالؒ کا مرد مومن ایک مثالی انسان ہے جس میں اخلاق، کردار، اطوار، اعمال کے حوالے سے کوئی کمی نہیں پائی جاتی۔ بلکہ وہ پورے معاشرے میں سب سے اعلیٰ و ارفع ہے۔

نقطہ پر کار حق مرد خدا کا یقیں
اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز

شاعر مشرق شاعر اسلام حضرت علامہ اقبالؒ نے اپنے تصور مرد مومن کی بنیاد اسلامی تعلیمات پر رکھی ہے قرآن پاک اور حدیث شریف کی تعلیمات نے علامہ اقبال کی رہنمائی کی۔ قرآن پاک میں ہے انسان کو اللہ تعالیٰ نے بہترین' احسن اور اعلیٰ انداز اور نمونے پر پیدا کیا گیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی اشیاء کے نام سکھائے اور فرشتوں سے افضل قرار دیا اور انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو اس کی قدرت میں دے دیا گویا پوری کائنات اس کے تصرف میں دے دی اقبالؒ کہتے ہیں۔

1! ہمسایہ جبریل امیں بندہ خاکی
ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشاں
2! نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

قرآن پاک کے بعد رہنمائی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے حدیث شریف کی تعلیمات۔ ان میں بھی انسان کی رفعت' عظمت' سطوت اور شان و شوکت کا اعلیٰ تصور ملتا ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے "اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا عکس انسان کی ذات میں موجود ہے"۔ ایک حدیث میں ہے کہ "اپنے اندر اللہ کے اخلاق پیدا کرو"۔ یعنی جو شخص اخلاق خداوندی سے جتنا زیادہ مزین ہو گا اس کا مرتبہ اسی قدر بلند ہو گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ انسان مسلسل اطاعت و عبادت سے میرا قرب حاصل کرتا ہے اور وہ میرے اوصاف کا آئینہ بن جاتا ہے۔ پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے میں ہی اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے' میں ہی اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے اور میں ہی اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اس حدیث کا مضمون آیات قرآنی میں بھی ہے جہاں ایک جگہ

نبی کریم ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا گیا ہے (شب ہجرت) تم نے جو مٹھی بھر کر پھینکا تو وہ تم نے نہیں پھینکا تھا بلکہ اللہ نے پھینکا تھا اور دوسری جگہ ارشاد ہے (بیعت رضوان میں) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ در حقیقت اللہ سے بیعت کرتے ہیں اور اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اسی حقیقت کو یوں بیان کیا ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کار کشا کار ساز

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار اور لا تعداد صلاحیتوں سے نوازا ہے اور اس کی بلندی کے امکانات کو بھی لا محدود بنا دیا ہے۔ اسے زمین پر اپنا خلیفہ 'نائب اور اشرف المخلوقات بنایا ہے اس کے درجات اس قدر بلند کئے ہیں کہ اسے اپنے اوصاف کا آئینہ قرار دیا ہے۔ اس کے لئے صرف ایک ہی شرط ہے کہ انسان اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی اس طریقہ سے کرے کہ وہ انعامات خداوندی کا مستحق بن سکے۔ مسلمانوں کے لئے بہترین نمونہ عمل رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہے وہ اپنے آپ کو اس سیرت مبارکہ کا مکمل پیروکار بنا لے تو اللہ کے رنگ میں رنگا جائے گا اور اللہ کا پسندیدہ اور محبوب بندہ قرار پائے گا۔ اقبالؒ اسی سلسلے میں کہتے ہیں۔

کی محمدؐ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

مسلمان مفکرین ابن مشکویہ اور عبدالکریم جیلی نے بھی اسلامی تصور انسان کامل ہی کی تشریح کی اور اس کو مزید آگے بڑھایا۔ ابن مشکویہ (م 1030ء) کہتے ہیں

"جب انسان اس بلند درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو وہ ملائکہ کی سرحد میں پہنچ جاتا ہے یعنی ایک ایسی شخصیت عالم وجو میں آجاتی ہے جو عام انسانی شخصیت سے بلند ہو گئی ہے۔ اور اس میں اور فرشتوں میں بہت تھوڑا فرق رہ جاتا ہے۔ ترقی کے ان مدارج کو سامنے رکھ کر انسانیت کے بلند درجہ کی انتہا معلوم ہو سکتی ہے"۔

علامہ اقبالؒ نے اپنے تصور مرد مومن کا خمیر بھی انہی اسلامی نظریات سے اٹھایا ہے۔
اقبالؒ کے مرد مومن میں مندرجہ ذیل خوبیاں پائی جاتی ہیں۔
اقبالؒ کا مرد مومن حیات و کائنات کو اپنے قبضہ قدرت میں رکھنے والا ہے۔ وہ مجبور، مظلوم، مقہور اور مقید نہیں وہ عناصر فطرت کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیتا ہے کہ

عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے
جہاں تمام ہے میراث مرد مومن کی
مرے کلام پہ حجت ہے نکتہ لولاک
مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

عرفان خودی کی وجہ سے وہ ایسی قوت کا مالک بن جاتا ہے جس سے حیات و کائنات کے اسرار و رموز اس پر منکشف ہوتے ہیں اور اس کی ذات جدت و انکشاف اور ایجاد و تسخیر کی آماجگاہ بن جاتی ہے وہ اپنے عمل سے تجدید حیات کرتا ہے۔

کافر کی پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق
کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلماں
مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیر الہی

علامہ اقبال کا مرد مومن اپنی کوششیں اور کاوشیں عشق کے تابع رکھتا ہے خودی کا استحکام عشق کا مرہون منت ہے یہ عشق خدا اور رسول خداؐ سے ہے اسی کے ذریعہ سے اس میں صالحیت پیدا ہوتی ہے یہی جذبہ عشق مسلمان کو کافر سے جدا کرتا ہے۔

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مرد مسلماں بھی کافر و زندیق

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام

مرد مومن فقر و استغنا کا پیکر ہوتا ہے وہ غرور و تکبر کا مجسم نہیں ہوتا۔ انسان کامل کی نمود فقر ہی سے ممکن ہے کیونکہ فقر کے بغیر وہ امیری حاصل نہیں ہو سکتی جس میں مرد مومن قوت بازو کے علاوہ نگاہ کی تیغ بازی سے بھی فتوحات حاصل کرتا ہے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ حکم دیا ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرو کیونکہ آپ ﷺ کی زندگی قرآن کریم کی کامل ترین عملی تفسیر ہے آپ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگ جانے کے لئے حضور ﷺ کا اتباع ناگزیر ہے۔ مرد مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی شدید محبت شعوری اور غیر شعوری طور پر اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات پیدا کر دیتی ہے۔ کیونکہ یہ فطری بات ہے کہ ہر قوم اپنے معبود کی صفات میں ڈھل جاتی ہے۔ لکڑی اور پتھروں کے بتوں کو پوجنے والے قابل شکست' جامد اور سنگدل بن جاتے ہیں اور رحمن و رحیم اللہ کا رسول ﷺ کائنات کے لئے رحمتہ اللعالمین بن جاتا ہے اور ان کو ماننے والے رحماء بینھم یعنی باہم رحیم اور محبت کرنے والے بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود جمیل اور مجسم حسن ہیں اور اس سے محبت کرنے والے بھی سراپا حسن بن جاتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت کے ساتھ یہ شعور ذات بھی عطا کیا جاتا ہے کہ کائنات میں تم جیسا حسین کوئی نہیں ہے۔ دنیا کی ہر چیز تمہارے حسن پر فدا ہو کر تمہارے گرد طواف و رقص کر رہی ہے۔ اس کے حسن پر فرشتے انگشت بدنداں رہ جاتے اور حوریں اس کی ایک نظر کے لئے ترستی ہیں اور یہ خواہش کرتی ہیں کہ مرد مومن انہیں قبول کر لے

کہتے ہیں فرشتے کہ دلاویز ہے مومن
حوروں کو شکایت کہ کم آمیز ہے مومن

انسان کامل کی یہ کم گوئی یا کم آمیزی اور دلاویزی اس لئے ہوتی ہے کہ اس کے دل پر اللہ تعالیٰ کی محبت کا اسقدر غلبہ ہوتا ہے کہ کسی اور کا حسن اس کی نگاہوں میں جچتا ہی نہیں۔

حدیث بندہ مومن دلاویز
جگر پر خوں نفس روشن نگہ تیز
میسر ہو کسے دیدار اس کا
کہ ہے وہ رونق محفل کم آمیز

مرد مومن جرات مند ہوتا ہے۔ وہ حق گو بے باک بہادر اور راست باز ہوتا ہے نہ وہ موت سے ڈرتا ہے نہ کبھی جھوٹ بولتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے قلبی تعلق اسے خوف و حزن سے آزاد کر دیتا ہے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباھی
ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

مرد مومن کی ایک اور خوبی جلال اور جمال ہے مرد مومن کی زندگی ان دونوں صفات کی حامل ہوتی ہے وہ درویشی اور سلطانی قاہری و دلبری کی صفات کا بیک وقت حامل ہوتا ہے۔ وہ اہل ایمان کے حق میں رحمت و شفقت بن جاتا ہے اور اہل کفر کے سامنے ہیبت کی چٹان بن جاتا ہے۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دھل جائیں وہ طوفان
نرم دم گفتگو گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

اقبالؒ مسلمانوں کو تلقین کرتے ہیں

مصاف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر
شبستان میں محبت میں حریر و پرنیا ہو جا
گزر جا بن کے سیل تندور کوہ و بیاباں سے
گلستان راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

مرد مومن غلبہ و سلطانی' اقتدار و اختیار اور قوت و طاقت حاصل کرنے پر مغرور و متکبر اور ظالم نہیں بن جاتا بلکہ وہ اپنے روزانہ کے معاملات میں سراپا رحمت و شفقت ہوتا ہے۔

علامہ اقبالؒ کا مرد مومن "مستی کردار" کا حامل ہے وہ عمل' جدوجہد' عزم' کردار اور اوالوالعزمی کا پیکر ہوتا ہے۔

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

علامہ اقبالؒ نے تصور مرد مومن کے تحت وہی معیارات پیش کئے جو اسلام نے مقرر کئے۔ وہ برصغیر کے مایوس محکوم اور مجبور مسلمانوں کو ان کی قدر و منزلت سے آگاہ کرنا چاہتے تھے۔ اسی وجہ سے انہوں نے تصویر مرد مومن پیش کیا۔ اور اس کے خاطر خواہ نتائج نکلے مسلمانان ہند کی خودی بیدار ہوئی اور وہ آزادی کے لئے کوشاں ہوئے انہوں نے عزت و وقار اور احترام کی وہ کھوئی ہوئی دولت دوبارہ پالی۔ انہیں ہر موقع عطا کیا گیا کہ وہ اپنی زندگیوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کے تقاضوں کے مطابق ڈھال لیں اور ملک پاکستان کو حضور نبی کریم ﷺ کی قائم کردہ مملکت مدینہ اور خلافت راشدہ کے اصولوں پر چلا کر پوری دنیا کے لئے ہدایت و رہنمائی کی مثالیں قائم کردیں۔

اللہ سے ڈرنا

(ایم محمد اکرم)

ایک صوفی کہتے ہیں کہ ایک رات ہم گھر سے نکلے اور جنگل کا رخ کیا جنگل سے گزر رہے تھے کہ رات کے اندھیرے میں جھاڑیوں اور درختوں کے پاس ایک شخص سویا ہوا ہے۔ ہم نے اسے جگایا کہ تجھے ایسی خطرناک جگہ سونے سے ڈر نہیں لگتا یہ تو سانپ بچھوؤں اور درندوں کی جگہ ہے؟ اس نے سر اٹھایا اور کہا مجھے تو اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں اس (اللہ) کے سوا کسی اور سے ڈروں اور وہ پھر سر رکھ کر سو گیا۔ (ماخوذ از رسالہ قشیریہ)

ابراہیم آجری صغیر کی کرامت

ابراہیم آجری صغیرؒ سرزمین عراق کے رہنے والے تھے۔ علمی لحاظ سے انکی فضیلت مسلمہ تھی۔ روحانی لحاظ سے بہت بڑے اولیاء اللہ میں شمار ہوتا تھا۔ وہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک یہودی کا میرے ذمہ قرض تھا اور قرض کے مطالبہ کے لئے میرے پاس آیا۔ اس وقت میں اپنے بھٹے کے پاس بیٹھا اینٹوں کے نیچے آگ جلا رہا تھا۔ یہودی نے مجھے کہا ابراہیم! کوئی کرامت دکھاؤ تو میں مسلمان ہو جاؤنگا۔ میں نے کہا کیا واقعی تو مسلمان ہو جائے گا۔ اس نے کہا ہاں میں مسلمان ہو جاؤنگا۔ میں نے کہا اپنا کپڑا اتار دو۔ اس نے اتار دیا۔ میں نے اسے لپیٹا اور اس کے اوپر میں نے اپنا کپڑا لپیٹ دیا اور ران کو آگ میں پھینک دیا۔ اس کے بعد میں خود بھٹے میں گھس گیا اور آگ کے بیچ میں سے میں نے وہ کپڑے لئے اور دوسرے دروازے سے نکل گیا۔ دیکھا کہ میرے کپڑے تو ویسے کے ویسے ہی تھے انہیں آگ نے چھوا تک نہیں اور ان کے کپڑے جو میرے کپڑوں کے اندر تھے جل کر راکھ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر یہودی اسلام لے آیا۔ (ماخوذ از رسالہ قشیریہ)

معذور اور بیمار کی نماز

(حافظ محمد یاسین)

(1)! مرض کیسا ہی شدید ہو' نماز جہاں تک ہو سکے وقت پر ادا کرنی چاہئے' اگر نماز کے سارے ارکان ادا کرنے کی سکت نہ ہو تو نہ سہی جو ارکان ادا کرنے کی طاقت ہو یا صرف اشارے ہی سے ادا کرنے کی طاقت ہو تب بھی نماز وقت پر ادا کرنی چاہیے۔

(2)! جہاں تک ممکن ہو کھڑے ہو کر نماز پڑھے اگر پوری نماز میں کھڑا ہونا ممکن نہ ہو تو جتنی دیر تک کھڑا رہ سکتا ہو اتنی ہی دیر قیام کرے' یہاں تک کہ اگر کوئی معذور یا مریض صرف تکبیر تحریمہ کہنے کے لئے ہی کھڑا ہو سکتا ہے تو وہ کھڑے ہو کر ہی تکبیر تحریمہ کہے اور پھر بیٹھ کر نماز پوری کرے' کھڑے ہونے کی قوت ہوتے ہوئے بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں۔

(3)! اگر کوئی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے بالکل ہی معذور ہو یا کمزوری کی وجہ سے گر پڑنے کا اندیشہ ہو' یا کھڑے ہونے سے چکر آتا ہو' یا کھڑے ہونے سے غیر معمولی تکلیف ہوتی ہو' یا کھڑا ہو بھی جائے تو رکوع اور سجود ادا کرنے کی سکت نہیں ہے تو ایسی تمام صورتوں میں بیٹھ کر نماز پڑھے۔

(4)! بیٹھ کر نماز پڑھنے میں اگر ممکن ہو تو مسنون طریقے سے بیٹھے جس طرح "التحیات" پڑھتے وقت بیٹھتے ہیں لیکن اس طرح اگر بیٹھنا ممکن نہ ہو تو پھر جس طرح سہولت بیٹھ سکے بیٹھ کر نماز پڑھے' اگر رکوع اور سجود نہ کر سکتا ہو تو اشاروں سے کام لے۔

(5)! اشاروں سے رکوع و سجود ادا کرنے میں آنکھ اور ابرو سے اشارہ کرنا کافی نہیں ہے' سر سے اشارہ کرنا چاہئے' رکوع میں کسی قدر کم سر جھکائے اور سجدے میں نسبتاً زیادہ جھکائے۔

(6)! اگر سجدہ کرنے کے لئے زمین تک پیشانی لے جانی کی طاقت نہ ہو تو صرف اشارہ کافی ہے' تکیہ وغیرہ کو پیشانی تک اٹھا کر اس پر سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(7)! اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی بھی سکت نہ ہو یا غیر معمولی تکلیف ہوتی ہو' یا مرض کے بڑھنے کا اندیشہ ہو' یا زخم کے ٹانکے وغیرہ کھلنے کا خطرہ ہو تو پھر لیٹے لیٹے نماز پڑھے۔ لیٹ کر نماز پڑھنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ آدمی چت لیٹ کر قبلے کی طرف پیر کر لے لیکن پیر پوری طرح نہ پھیلائے بلکہ

گھٹنے کھڑے رکھے' اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر سرذرا اونچا کرلے اور اشاروں سے رکوع و سجود کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر شمال کی جانب سر کرکے داہنی کروٹ پر لیٹ کر نماز ادا کرے۔ اور یہ بھی نہ ہوسکے تو جس طرح ممکن ہو ادا کرلے قضا نہ کرے۔

(8)! اگر کسی مریض کی کمزوری اس حد تک بڑھ گئی ہو کہ اشاروں سے نماز پڑھنے کی سکت نہ ہو' تو پھر اس وقت نماز نہ پڑھے' صحت مند ہونے پر اس کی قضا کرے اور اگر یہی کیفیت پانچ نمازوں سے زیادہ وقت تک قائم رہے تو پھر ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے' بلکہ یہ نمازیں معاف ہیں' اس طرح اگر کمزوری کی وجہ سے غشی کی کیفیت طاری ہو اور چھ نمازوں کے وقت تک یہ کیفیت باقی رہے تو پھر ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے' اس طرح اگر کسی تندرست آدمی پر یکایک بے ہوشی کا دورہ پڑ جائے اور بے ہوشی کی یہ کیفیت چھٹی نماز کے وقت تک رہے تو یہ نمازیں معاف ہیں ان کی قضا واجب نہ ہوگی۔

(9)! اگر کسی پر نماز کے دوران مرض کا حملہ ہو جائے اور وہ کھڑے ہونے سے معذور ہو جائے تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور بیٹھنے سے بھی معذور ہو تو لیٹ کر پڑھے رکوع اور سجود نہ کرسکتا ہو تو اشاروں سے رکوع سجود کرے غرض باقی نماز جس طرح بھی پڑھ لینے کی قوت رکھتا ہو اسی طرح پڑھ لے۔

(10)! چلتی کشتی' جہاز' ریل وغیرہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں اگر گرنے کا اندیشہ ہو یا چکر آنے اور متلی ہو جانے کا خطرہ ہو تو پھر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے' البتہ جب تک کھڑے ہونے کی طاقت اور سہولت ہو کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھنی چاہیے۔

(11)! تندرستی کے دنوں میں کسی کی بھی کچھ نمازیں قضا ہو گئیں اور پھر وہ بیمار پڑ گیا تو ان نمازوں کی قضا پڑھنے کے لئے اس کو بیماری سے اٹھنے اور صحت یاب ہونے کا انتظار نہ کرنا چاہیے بلکہ بیماری کے دوران ہی کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر جس طرح ممکن ہو ان کی قضا پڑھ لینی چاہیے۔

(12) اگر کسی بیمار آدمی کا بستر وغیرہ نجس ہو اور دوسرے بستر کا مہیا ہونا ممکن نہ ہو' یا بستر بدلنے میں غیر معمولی زحمت اور تکلیف ہو تو پھر نجس بستر پر ہی نماز پڑھ لینا درست ہے۔

(ماخوذ از آسان فقہ)

زندگی اور موت کا سوال

- جب ہمارا دین مکمل، ہمارا نبی ﷺ برحق اور ہمارا قرآن اللہ تعالےٰ کی سچی کتاب ہے تو پھر ملت اسلامیہ کے زوال کی وجہ کیا ہے ؟
- جب اللہ تعالےٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو تمہیں غالب رہو گے اور یہ بھی کہ اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ تو پھر ہم اسقدر مغلوب بے بس اور رسوا کیوں ہیں ؟
- مسلمان نماز بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں اور حج بھی پہلے سے زیادہ کرتے ہیں۔ بزرگوں کے مزاروں پر عرس بھی خوب شاندار طریقہ سے مناتے ہیں۔ ماہ محرم میں بھی کیا جوش و خروش ہوتا ہے۔ مالدار بھی بہت ہیں اور لاکھوں لوگ کوٹھیوں، کاروں اور کارخانوں کے مالک ہیں تو پھر یہ مردنی کیوں ہے اور یہ تنزل کیوں ہو رہا ہے ؟
- ہر طاقتور ملک کی نظریں ہمارے ملکوں پر کیوں لگی ہیں اور ہر طرف خون مسلم اسقدر بے دردی اور ارزانی کے ساتھ کیوں بہایا جا رہا ہے ؟
- نکبت و ادبار کی موجودہ حالت سے نکلنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں اور کونسے لائحہ عمل پر چل کر ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں ؟

FALAH-E-ADMIAT

Registered No. CPL 491

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا

صداقت — اللہ — محبت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

بانی سلسلہ کی تصانیف

"چراغ راہ" خواجہ عبدالحکیم انصاری "سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر مریدین کی تربیت اور راہنمائی کے لئے جو خطبات ارشاد فرماتے رہے یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے اس میں نئے سلسلہ کے قیام کے اغراض و مقاصد تفصیل سے درج کرنے کے علاوہ راہ سلوک کے پیچ و خم' نشیب و فراز اس میں پیش آنے والی رکاوٹیں اور پیدا ہو جانے والی غلط فہمیاں بیان کر دی گئیں ہیں اور صدیوں سے حل طلب روحانی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے ایسے ایسے نادر نکات بیان کئے گئے ہیں کہ یہ گیارہ خطبات ملت اسلامیہ کے لئے درس حیات اور سالکین کے لئے منارہ ہائے نور کی حیثیت رکھتے ہیں وہ خصوصی مسائل جن پر روشنی ڈالی گئی ہے یہ ہیں۔

☆ سلوک و تصوف میں اپنے ذاتی تجربوں اور تحقیق کا بیان۔
☆ مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور میں کیسے کیسے فقیر ملے اور مرشد سے ملاقات کا حال۔
☆ ہمارے زوال میں امرا علماء اور صوفیاء نے کیا کردار ادا کیا؟
☆ علماء ظاہر اور اہل روحانیت صوفیاء کے اصلاح کے طریقوں میں کیا فرق ہے۔
☆ قوم میں تصوف خفتہ اور تصوف بیدار کے اثرات کیا ہوتے ہیں؟
☆ تصوف کی اہمیت اور انسان کی زندگی پر اس کے اثرات۔
☆ عقل صمیم، عقل سلیم اور قلب سلیم کیا ہیں اور ان سے ہمیں کیا ملتا ہے۔
☆ یوگا' ہپناٹزم اور مسمریزم کی حقیقت اور انکے مقابلہ میں اسلامی روحانیت کی برتری اور فضیلت
☆ کرامات کی طاقت کس طرح حاصل ہوتی ہے اور کشف کیونکہ ہوتا ہے؟
☆ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی؟